نصرة

سیاست ایک فکر اور ایک طریقہ ہے

انسانی دودھ کے بینک کا تنازعہ

بنگلہ دیش کی وزیرِ اعظم کا استعفیٰ اور ملک سے فرار ہونا

پیٹرو ڈالر معاہدے کی حقیقت

پاک فوج میں رینک اور مراعات کے لیے آپس کی لڑائی ختم کی جائے۔
اس کے بجائے، مسلمان فوجی افسران کو خلافت راشدہ کے قیام کے لیے نصرہ دینی چاہیے

ربیع الاول—ربیع الثانی 1446ھ | ستمبر—اکتوبر 2024ء

شمارہ-80

فہرست

اداریہ 3

تفسیر سورۃالبقرۃ۔(263-266) 7

تہجد کی عادت کو برقرار رکھنا 15

سیاست ایک فکراور ایک طریقہ ہے 19

آسودگی، اور آسودگی کے پُرفریب اعشاریے 25

انسانی دودھ کے بینک کاتنازعہ :نبوت کے نقش قدم پر قائم خلافت انسانی مسائل کو صرف اسلامی شریعت سے حل کرتی ہے 32

انصار کے سردار،سعد بن معاذؓ...آج امت کا سعد کون ہے؟! 36

ایک خوبصورت سَراب 44

اے مسلمانو!تم رفح کراسنگ،غزہ اور پورے فلسطین میں یہودیوں کے جرائم کا مشاہدہ کررہے ہو اور تمہارے حکمران مدد کے لئے فوج نہیں بھیج رہے۔بلکہ وہ اپنی ریڈلائن ہی بھول چکے ہیں اور امریکہ اور اس کے حواریوں کی ثالثی پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں! 48

دہشت گردی کے خلاف ایک اور آپریشن 53

سوال وجواب:کیا اپنی سگی بہن اور بیٹی کو زکوۃ کی رقم دینا جائز ہے؟ 57

سوال وجواب: بنگلہ دیش کی وزیرِاعظم کا استعفیٰ اور ملک سے فرار ہونا 63

سوال کا جواب:پیٹروڈالر معاہدے کی حقیقت 72

میڈیا پیغام:: پاک فوج میں رینک اور مراعات کے لیے آپس کی لڑائی ختم کی جائے۔اس کے بجائے، مسلمان فوجی افسران کو خلافت راشدہ کے قیام کے لیے نصرہ دینی چاہیے 82

اداریہ

11 اگست 2024 کو امریکی پینٹاگون نے رپورٹ کیا، "سیکریٹری آسٹن نے اسرائیل کے دفاع کیلئے ہر ممکن قدم اٹھانے کے عزم کا اعادہ کیا اور خطے میں بڑھتے ہوئے تناؤ کے پیش نظر امریکی افواج کی پوزیشن اور صلاحیتوں میں اضافے کا ذکر کیا۔ اپنے عزم کو مستحکم کرتے ہوئے سیکریٹری آسٹن نے امریکی بحری بیڑے ابراہم لنکن کو امریکی سینٹرل کمانڈ کے زیرانتظام ایریا میں جلد از جلد پہنچنے کا حکم دیا، جو کہ F-35C جنگی جہازوں سے لیس ہے، تاکہ امریکی جنگی بحری بیڑے روزویلٹ کی طاقت میں مزید اضافہ کیا جاسکے۔ [1]

یہ واضح رہے کہ غزہ کی جنگ صرف فلسطین کے مسلمانوں اور صیہونی وجود کے درمیان نہیں ہے۔ امریکہ یہودی وجود کو فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی کے لیے بھرپور مدد مہیا کررہا ہے:

1. صیہونی وجود کو مادی مدد فراہم کرنا، بشمول ہتھیار، فنڈنگ، اسٹریٹجک اور فوجی حمایت و مدد، جس کے بغیر وہ گھنٹوں میں جنگ ہار جائے گا۔

2. مسلم دنیا کے حکمرانوں کو اپنی فوجوں اور مجاہدین کو مسجد الاقصیٰ کو آزاد کرنے سے روکنے کا حکم دینا۔

3. اپنی (امریکی) فوجی موجودگی میں اضافہ، جب وہ مشرق وسطیٰ میں اپنے ایجنٹوں کے لیے خطرہ محسوس کرے۔

اس طرح امریکہ مسلمانوں کے خلاف اپنی جنگ میں یہودی وجود کا مکمل ساتھ دے رہا ہے۔

یہودی وجود میں امریکہ کے ایجنٹ اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ اس (یہودی وجود) کی فوجیں مشرق وسطیٰ میں امریکی فرنٹ لائن پر خدمات انجام دیں۔ 25 جولائی 2024 کو، نیتن یاہو نے کا امریکی کانگریس کے مشترکہ اجلاس میں

امریکیوں کو اس بات کی یاد دلاتے ہوئے کہا، "ہم مشرق وسطیٰ میں اپنے مشترکہ مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے امریکیوں کو زمین سے دور رکھنے میں بھی مدد کرتے ہیں (یعنی خطے میں امریکہ کو فوج نہیں بھیجنی پڑتی)۔"

جہاں تک امریکہ کے ایجنٹوں کا تعلق ہے جو مسلمانوں کی سرزمین پر حکومت کرتے ہیں، وہ ہر طرح سے دستیاب ذرائع سے براہ راست امریکہ کی مدد کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے حکمرانوں کے بغیر، امریکہ کی صلیبی جنگ کبھی عملی شکل اختیار نہیں کر سکتی تھی، کیونکہ امریکہ کا مشرق وسطیٰ سے تعلق کا واحد ذریعہ سمندر ہیں۔ امریکہ یہودیوں کو اردن کے راستے ہتھیار فراہم کرتا ہے جہاں سے انہیں ایک ائیر برج کے ذریعے تل ابیب بھیجا جاتا ہے۔ سعودی عرب اور خلیج کے حکمران بحیرہ احمر کی ناکہ بندی کو ناکام بنانے کے لیے یہودیوں کے وجود کو ایندھن اور ضروری سامان کے لیے زمینی پل فراہم کرتے ہیں۔ مصر کا فرعون رفح بارڈر کراسنگ کو مجاہدین اور مسلمانوں کے سپاہیوں کے لیے مسلسل بند رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے حکمران امریکی مسلح افواج کے لیے ایئر بیس، آرمی بیس اور بحری بندرگاہیں فراہم کرتے ہیں۔

نیتن یاہو نے 25 جولائی 2024 کو حیران کن طور پر اعلان کیا، "اور ہم امریکہ اور اپنے عرب شراکت داروں کے ساتھ کام جاری رکھیں گے۔"

یہ حال ہے مسلم دنیا کے حکمرانوں کا جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوۡلِيَآءَ ‌ؔ‌ۘ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ‌ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ "اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا، وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"** (المائدہ، 5:51)

اے مسلمانو، ان کی افواج اور ان کے مجاہدو!

ہم ابھی تک کیسے انتظار کر رہے ہیں؟ غزہ میں نسل کشی شروع ہوئے دس ماہ ہو چکے ہیں۔ یہودی وجود کو اپنا قبضہ شروع ہوئے چھہتر (76) سال ہو چکے ہیں۔ مسلمانوں کے حکمرانوں کا یہود و نصاریٰ کے ساتھ مضبوطی سے اتحاد ہے۔ مسلمانوں کا کوئی حکمران، عرب یا عجم میں سے، کبھی بھی فوجوں اور مجاہدین کو صیہونی وجود کے خلاف متحرک ہونے کا حکم نہیں دے گا۔

اس طرح یہ حکمران مسلمانوں، ان کی فوجوں اور ان کے مجاہدین کے وسائل کو صفر سے ضرب دیتے ہیں، دشمنوں کو شکست دینے کی ان کی صلاحیت کو ختم کر دیتے ہیں۔ بدترین بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں اور انہیں غزہ کے مسلمانوں کی حمایت میں آواز اٹھانے سے روکتے ہیں!

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جس چیز کا حکم دیا ہے، یہ حکمران اس کی نافرمانی کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جس چیز سے منع کیا ہے، یہ اس کو انجام دیتے ہیں۔ امت پر سب سے بڑا بوجھ واضح طور پر یہ حکمران ہیں۔ لٰہذا، حقیقی تبدیلی ان کو ہٹا کر اسلام کی حکمرانی کو بحال کرنے سے ہی آسکتی ہے۔

اے مسلمانوں کی افواج اور ان کے مجاہدو!

مسلمانوں کے حکمرانوں کی حقیقت کو جانتے ہوئے آپ غزہ کی حمایت میں جہاد کرنے کے لیے اجتماعی فرض الکفایہ سے کیسے بری ہو سکتے ہیں؟ اس ذمہ داری کو نہ تو فلسطین کے اطراف، اور نہ ہی اس سے دور موجود مسلم افواج اور مجاہدین نے پورا کیا ہے۔ کیا آپ ان حکمرانوں کو نہیں ہٹائیں گے اور امت کو عذاب دینے والے امریکہ پر فتح نہیں دلائیں گے؟

عام مسلمان اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ مہاجرین کے راستے پر چلتے ہیں، ظالموں کے سامنے کلمہ حق کہتے ہیں، اور ظلم و ستم اور ہر طرح کی سختیوں کا خمیازہ بھگتتے ہیں۔ تاہم، آپ کی ذمہ داری ابھی ادا ہونا باقی ہے۔ آپ نے ابھی انصارؓ کے راستے پر چلنا ہے، وہ جنگجو انصار جنہوں نے اسلامی حکومت کے قیام کے لیے اپنی نصرۃ دی

تھی۔انصار نے عقبہ کی دوسری بیعت یعنی جنگ کی بیعت رسول اللہ ﷺ کو دے کر حقیقی تبدیلی لائے تھے۔عقبہ کی دوسری بیعت کے بعد،انصارؓ نے رسول اللہ ﷺ کی قیادت تلے ایک منصوبہ بند کارروائی کی،جس کے نتیجے میں اسلامی ریاست المدینہ المنورہ میں قائم ہوئی۔یہ مسلمانوں کی فوجوں اوران کے مجاہدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ امریکی صلیبیوں کو شکست دینے کے لیے خلافت راشدہ کے دوبارہ قیام کے لیے حزب التحریر کو اپنی نصرت دیں۔تو اے مسلم افواج !آگے بڑھیں اوراس پکار کا جواب دیں!

فہرست

تفسیر سورۃ البقرۃ۔(263-266)

جلیل القدر عالم دین شیخ عطاء بن خلیل ابوالرشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس

﴿قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ (البقرة: 263)يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالأَذَى كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلاَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لاَ يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (البقرة: 264) وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (البقرة: 265)أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ (البقرة: 266)﴾

”بھلی بات کہہ دینا اور درگذر کرنا اُس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد کوئی تکلیف پہنچائی جائے۔ اور اللہ بڑا بے نیاز، بہت بُردبار ہے۔ اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر اُس شخص کی طرح ضائع مت کرو جو اپنا مال لوگوں کو دِکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ چنانچہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنی چٹان پر مٹی جمی ہوئی ہو، پھر اس پر زور کی بارش پڑے اور اس (مٹی کو بہا کر چٹان) کو (دوبارہ) چکنی بنا چھوڑے۔ ایسے لوگوں نے جو کمائی کی ہوتی ہے وہ ذرا بھی ان کے ہاتھ نہیں لگتی۔ اور (اللہ) ایسے کافروں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔ اور جو لوگ اپنے اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے لیے اور اپنے آپ میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغ کسی ٹیلے پر واقع ہو؛ اس پر زور کی بارش برسے تو وہ دُگنا پھل لے کر آئے۔ اور اگر اس پر زور کی بارش نہ بھی برسے تو ہلکی پھوار بھی اس کے لیے کافی ہے۔ اور تم جو عمل بھی کرتے ہو اللہ اسے خوب اچھی طرح دیکھتا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے

نیچے نہریں بہتی ہوں (اور) اس کو اس باغ میں اور بھی ہر طرح کے پھل حاصل ہوں، اور بڑھاپے نے اسے آپکڑا ہو، اور اس کے بچے ابھی کمزور ہوں؛ اتنے میں ایک آگ سے بھرا بگولا آکر اس کو اپنی زد میں لے لے اور پورا باغ جل کر رہ جائے؟ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور کرو"۔

ان آیات کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

1۔ گزشتہ آیات میں ذکر شدہ مضمون کو یہاں مکرر ذکر کیا، وہ مضمون یہ تھا کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے میں اخلاص کو مدنظر رکھنا فرض ہے، خرچ کرنے والا قطعاً ایسا نہ کرے کہ جس کے ساتھ احسان کیا، اس پر احسان جتلائے یا کسی قسم کی تکلیف دے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس آیت (**قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ**) **"بھلی بات اور دعا"** میں مسلمانوں کو اس بات کی تاکید فرماتے ہیں کہ بھلی بات اور دعا دینا اللہ کے نزدیک ایسے صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد صدقہ دیے جانے والے پر احسان جتلایا جائے یا اسے کسی قسم کی ایذا پہنچائی جائے اور یہ صدقہ عام ہے خواہ فرض صدقہ ہو یا نفلی اور مندوب۔

اللہ تعالیٰ اس آیت کے آخر میں فرماتے ہیں کہ اس قسم کے صدقے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پروا نہیں جس میں احسان جتایا جائے یا ایذا پہنچائی جائے، وہ غنی ہے اور حلیم و بردبار ہے کہ صدقہ دینے کے بعد احسان جتانے اور ایذا پہنچانے والوں کو جلدی سزا نہیں دیتا۔

(**قَوْلٌ مَعْرُوفٌ**) **خوبصورت اور میٹھی بات**، یہاں لفظ (**قول**) نکرہ ہو کر مبتدا واقع ہوا ہے، چونکہ اس کے بعد (**معروف**) آیا ہے، یہ (**قول**) کی تخصیص کرتا ہے جس کی وجہ سے یہ معرفہ جیسا ہو گیا ہے اور اس کا مبتدا واقع ہونا درست ہے۔

(**حَلِيمٌ**) بُردبار ہے، سزا میں جلدی نہیں کرتا، جیسا کہ اس تفسیر میں پہلے ہم نے بیان کیا۔

2۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور ایذا دے کر باطل مت کرو، یہ آیت گزشتہ دو آیتوں کے لیے محض تکرار نہیں، بلکہ ہر آیت کے اندر ایک نیا معنی پایا جاتا ہے، پہلی آیت میں تو یہ ذکر کیا کہ (**الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لاَ يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلاَ أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرة: 262)** "**وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں، پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں نہ ایذا پہنچاتے ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے اور ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا نہ ہی وہ غمزدہ ہوں گے**"۔(البقرۃ:262) گویا یہ آیت بتاتی ہے کہ یہ اجر اُن کے لیے ہے جو بغیر کسی احسان اور ایذا رسانی کے خرچ کرتے ہیں۔دوسری آیت (**قَوْلٌ مَعْرُوفٌ**) "**بھلی بات اور دعا دینا ایسے صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے**" یہ آیت میٹھی بات اور ایسے صدقہ جس کے بعد ایذا دی جائے، کے درمیان بہتر چیز کو بیان کرتی ہے۔

اور یہ آیت (**لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالأَذَى**) بیان کرتی ہے کہ احسان جتانا اور ایذا پہنچانا صدقے کو باطل کر دیتا ہے۔

حاصل یہ کہ پہلی آیت بتاتی ہے: اجر کی شرط احسان نہ جتانا اور ایذا نہ پہنچانا ہے۔

دوسری آیت بیان کرتی ہے: میٹھی بات ایسے صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد احسان جتلایا جائے اور تکلیف دی جائے۔

تیسری آیت بتاتی ہے: احسان جتلانا اور ایذا رسانی صدقہ کو باطل کر دیتی ہے، اس طرح پہلی آیت میں یہ جو ابہام ہو سکتا تھا کہ زکوۃ اور جہاد میں خرچ کرنا بغیر اجر کے بھی جائز ہوتا ہے، چنانچہ احسان جتانے اور ایذا رسانی کے ساتھ بھی صدقہ جائز ہوگا، اس اشتباہ کو آیت نے دور کر دیا اور اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ ایسی صورت میں صدقہ باطل ہوتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی ایک مثال بیان کرتے ہیں جو دکھلاوے کے لیے مال خرچ کرتے ہیں، آخرت کو مد نظر رکھ کر اور اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہو کر خرچ نہیں کرتے، اس صورت میں خرچ کرنا ایسا ہے جیسے چکنا پتھر ہو، جس

پر زور کی بارش پڑے، جس سے وہ تمام چیزیں بہہ جاتی ہیں جو اس پتھر پر ہوتی ہیں، یعنی اس قسم کے خرچ اور انفاق کی کوئی قیمت نہیں، یہ بے وزن ہے، خرچ کرنے والے کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اللہ کے ہاں اس کو کوئی اجر نہیں ملتا۔ اسی طرح ایسا خرچ کرنے والے کے لیے یہ بھی ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اس کو واپس کر لے، دنیا و آخرت میں نقصان ہی نقصان اٹھاتا ہے۔

اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ آیت کے آخر میں فرماتے ہیں کہ کفار اللہ کی طرف سے ہدایت پر نہیں بلکہ وہ واضح گمراہی میں پڑے ہیں۔

(لاَ تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالأَذَى كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلاَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ)"اے ایمان والو! اپنے صدقوں کو احسان جتا کر اور ایذا دے کر باطل مت کرو، جیسے منافق لوگ اپنی ریاکاری، دکھلاوے اور اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان نہ رکھنے یعنی ان کی منافقت کی وجہ سے اپنا خرچ باطل کرتے ہیں"۔

(كَمَثَلِ صَفْوَانٍ) جیسے چکنا بڑا پتھر

(عَلَيْهِ تُرَابٌ) جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو

(فَأَصَابَهُ وَابِلٌ) تیز بارش

(فَتَرَكَهُ صَلْدًا) چکنا، جس پر کوئی چیز نہ رہے۔

(لاَ يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا) جتنا کچھ دکھلاوے سے خرچ کیا ہے، اس کا کوئی بھی ثواب ان کو ملے گا اور نہ ہی انہیں اس سے کوئی نفع حاصل ہوگا۔ کہ ان کے ہاتھوں سے نکل کر نہ تو اس کو واپس کر سکتے ہیں، جو دنیا کا نقصان ہے، اور آخرت کا نقصان بھی اٹھاتے ہیں کیوں کہ انہوں نے ریاکاری اور نفاق سے خرچ کیا تھا، سو اس پر انہیں وہاں بھی کوئی اجر نہیں ملے گا۔

3۔ یہاں ایک مثال اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بھی بیان کی ہے جو اللہ کے ساتھ مخلص ہو کر اور اس کی خوشنودی کی جستجو میں خرچ کرتے ہیں، کہ ان کے صدقات کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغ جو سدا بہار ہو اور تمام حالات میں پھل دیتا ہو، اس پر زور کی بارش برسے تو دُگنا پھل دیتا ہے، اور اگر تھوڑی سی بارش ہو جائے تو بھی اس کے لیے کافی ہوتی ہے اور پہلے کی طرح پھل دیتا ہے۔

یہ اللہ کے ساتھ مخلص لوگوں کے صدقہ و خیرات کی قبولیت کی ایک مثال ہے، خواہ وہ صدقات تھوڑے ہوں یا زیادہ، وہ بہر حال اللہ کے ہاں پاکیزہ اور طیب ہیں اور قدر و قیمت رکھتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ آیت کا اختتام اس طرح فرماتے ہیں کہ وہ سبحانہ بصیر ہے، وہ عمل میں اخلاص اور صدق نیت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ **(وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ) "اور تم جو عمل کرتے ہو، اللہ اسے خوب دیکھتا ہے"۔**

(يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ)

(ابْتِغَاءَ) یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا طلب کرتے ہوئے، ابتغاءَ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

(وَتَثْبِيتًا) یہ ابتغاء پر معطوف ہے، یہ کہنا زیادہ راجح ہے، بہ نسبت اس کے کہ اس کو مفعول لہٗ کی بنا پر منصوب مانا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو **(تَثْبِيتًا)** مفعول لہٗ ہوتا تو بھی پیچھے والے لفظ ابتغاء پر معطوف ہوتا، جبکہ یہ مقصود کے خلاف ہے، کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ بنتا ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے انفاق فی سبیل اللہ کی وجہ اپنے آپ کو مضبوط بنانا ہے، بایں معنی کہ وہ انفاق سے پہلے گویا ثابت قدم نہیں تھے، چنانچہ اب وہ ثابت قدم بننے کے لیے خرچ کرتے ہیں، نہیں ایسا نہیں بلکہ وہ حق پر ثابت قدم رہتے ہوئے ہی تو خرچ کرتے ہیں۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اس بات کی تسلی کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایسی جگہ خرچ کریں جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ لہٰذا یہ دونوں وجوہات اس بات کا قرینہ ہیں کہ حال ہونے کی بنا پر اس کا منصوب ہونا زیادہ راجح ہے، بہ نسبت مفعول لہٗ کی بنا پر منصوب ہونے سے۔

(كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ) جنت کے معنی باغ

(أَصَابَهَا وَابِلٌ) یعنی زور کی بارش

(فَآتَتْ أُكُلَهَا) یعنی اپنا پھل دیتا ہے۔

(ضِعْفَيْنِ) یعنی دیگر زمینوں کے مقابلے میں وہ دُگنا پھل دے دیتا ہے۔

(فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ) طل کے معنی تھوڑی سی بارش، شبنم کی طرح ہلکی سی پھوار،اسے پھل دینے کے قابل بنادیتا ہے۔

تواگراس پر زیادہ بارش ہوجائے تو وہ دُگنا پھل دیتا ہےاور اگرزور کی بارش اس پر نہ ہوجائے تو تھوڑی سی پھوار بھی کافی ہوتی ہے وہ تب بھی اسی طرح پھل دیتا ہے،یعنی وہ باغ ہر حالت میں ثمر آور ہوتا ہے۔

4۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں،ان لوگوں کی جو احسان جتانےاور ایذارسانی کے سبب اپنے صدقات کو باطل کردیتے ہیں،یہ مثال گزشتہ دومثالوں کے علاوہ ہے۔

پہلی مثال: گزشتہ آیات کریمہ میں اس منافق کو بطورمثال ذکر کیا گیا جوریاکاری اور دکھلاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے۔

دوسری مثال: جیسے وہ سخت پتھر جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہوئی ہو،اوراس پر زوردار بارش ہوجائے جس کی وجہ سے اس پر کوئی بھی چیز باقی نہیں رہتی۔

تیسری مثال اس آیت میں بیان کی گئی ہے: جیسے ایک آدمی کا بہت بڑا باغ ہو،وہ اس سے منافع حاصل کرتا ہےاور اپنی ضروریات پوری کرتا رہتا ہے،جب وہ بڑھاپے میں پہنچ جاتا ہے،اوراس کی کوئی بالغ اولاد بھی نہیں ہوتی ہے جو اس عمر

میں اس کی مدد گار بنیں، اسی حالت میں اس کا باغ جل جائے، جو اس کے لیے بہت بڑی مصیبت ہوتی ہے، کیوں کہ اس صورت میں اپنے بڑھاپے کے باعث وہ اس باغ کی اصلاح کر سکتا ہے، نہ اس کی طرح دوسرا باغ تیار کر سکتا ہے، اس کے چھوٹے بچے بھی کمائی میں اس کی مدد کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے، تو یہ تباہ کن مصیبت ہوتی ہے جو اس پر آئی۔

توجو شخص احسان جتانے اور ایذا رسانی کے سبب اپنا صدقہ باطل کر دیتا ہے، اسی شخص جیسا ہے جس کا ذریعہ معاش جل کر راکھ ہو جائے جبکہ وہ اس ذریعہ کا شدید محتاج بھی ہوتا ہے۔

یہ ایک محسوس مثال ہے، تو قیامت کے دن جس دن مال اور بیٹے کچھ نفع نہیں دے سکتے، سوائے ان لوگوں کے جو قلب سلیم لے کر حاضر ہو، بجائے یہ کہ اس دن اپنے صدقہ سے وہ شخص نفع حاصل کرے، اس کے صدقے باطل ہو چکے ہوں گے، کوئی نفع حاصل نہیں کر پائے گا، جیسے وہ شخص جس کا باغ پورا کا پورا جل جائے اور اسے اس کی ضرورت بھی ہو۔

اسی طرح یہ ان لوگوں کے لیے بھی ایک عام مثال ہے جو نیک عمل کرتے ہیں، مگر اس عمل کے آخر پر کوئی گناہ کا کام کر بیٹھتے ہیں، اس سے خیر کا وہ عمل جل جاتا ہے اور باطل ہو جاتا ہے۔

امام بخاریؒ نے عبید بن عمیر سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ سے کہا: تمہاری رائے میں یہ آیت **(أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ) "کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو"**، کس معاملے میں نازل ہوئی تھی؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور کہا: یہ کہو کہ ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ پھر ابن عباس کہنے لگے، امیر المومنین! اس کے بارے میں مجھے ایک بات یاد ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بھتیجے کہو، اپنے آپ کو کمتر مت سمجھو۔ ابن عباس نے کہا: یہ آیت ایک عمل کی مثال بیان کرتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کس عمل کی؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک مالدار آدمی کی مثال ہے جو نیکی کرے پھر اللہ عزّ و جلّ اس کے پاس شیطان کو بھیج دیتا ہے تو وہ شیطان کے بہکاوے میں

آکر گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے تا آنکہ اپنا عمل جلا دیتا ہے۔ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ : جب اس کی عمر ختم ہو کر اس کے جانے کا وقت قریب آجاتا ہے،تو آخر میں بد بختی کا کوئی عمل کر بیٹھتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات سے خوشی ہوئی۔

(أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ) تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے؟ اس میں ہمزہ برائے انکار ہے۔یعنی نہیں ہوتی۔

(فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ) بگولا (انتہائی تیز ہوا جو گرداڑاتی ہوئی عمود کی شکل میں آسمان کی طرف اٹھتی ہے، عربی میں اس کو زوبعہ بھی کہتے ہیں)

(فِيهِ نَارٌ) النار: **گرم جھلسنے والی ہوا**

اللہ سبحانہ وتعالیٰ آیات کے اختتام میں ان مثالوں میں غور و فکر کی ترغیب دیتے ہیں تاکہ ان سے عبرت و نصیحت حاصل کی جائے۔

(كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ) "اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور کرو"۔

فہرست

تہجد کی عادت کو برقرار رکھنا

تہجد (رات کی نماز) فرض نمازوں کے بعد بہترین عبادات اور افضل ترین اعمال میں سے ایک ہے جیسا کہ صادق اور امین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: «أفضل الصلاة بعد الصلاة المكتوبة الصلاة في جوف الليل» "فرض نمازوں کے بعد سب سے بہترین نماز رات کے آخری حصے میں نماز ہے" (مسلم)۔

ابوذر نے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: « ثلاثة يحبهم الله وثلاثة يشنؤهم الله الرجل يلقى العدو في فئة فينصب لهم نحره حتى يقتل أو يفتح لأصحابه والقوم يسافرون فيطول سراهم حتى يحبوا أن يمسوا الأرض فينزلون فيتنحى أحدهم فيصلي حتى يوقظهم لرحيلهم والرجل يكون له الجار يؤذيه جاره فيصبر على أذاه حتى يفرق بينهما موت أو ظعن والذين يشنؤهم الله التاجر الحلاف والفقير المختال والبخيل المنان» "اللہ تین چیزوں کو پسند کرتا ہے اور تین چیزوں کو ناپسند کرتا ہے: وہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو جنگ میں دشمن سے مقابلہ کرتا ہے اور اس وقت تک ثابت قدم رہتا ہے جب تک کہ وہ مارا نہ جائے یا اس کے ساتھی فتح یاب ہو جائیں۔ وہ شخص جو سفر کرتا ہے اور اپنا سفر جاری رکھتا ہے جب تک کہ وہ اسے مکمل نہ کر لے۔ اور وہ شخص جس کا پڑوسی اسے تکلیف دیتا ہے لیکن وہ صبر کے ساتھ اس تکلیف کو برداشت کرتا ہے یہاں تک کہ موت یا نقل مکانی ان دونوں کے درمیان جدائی کا سبب بن جاتی ہے۔ اور اللہ کو ناپسند ہے: قسم کھانے والا سوداگر، بے شرم مانگنے والا اور بخل کرنے والا" (احمد نے روایت کیا اور البانی نے اس کی سند صحیح قرار دی)۔

اس نماز کی فضیلت عام طور پر معروف ہے، اور اس کا راز یہ ہے کہ یہ صرف وہی شخص پڑھ سکتا ہے جس کے اندر عظیم خلوص اور عقیدت ہو۔ قتادہ ابن دائمہ نے فرمایا: [قلما سهر الليل منافق] "منافق شاذ و نادر ہی رات کو جاگتا ہے"۔ اور انہوں نے سچ کہا، اللہ ان پر رحم فرمائے۔

اگر عشاء کی نماز پڑھنا ہی منافقوں پر بوجھ ہے تورات کے آخری حصے کا کیا حال ہوگا؟ جفاکش اس (تہجد کی نماز) کے لیے کھڑے ہونے میں جلدی کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے فرمایا: (ربما استغلقت علي مسألة، فأستغفر الله ألف مرة أو يزيد حتى يفتح لي) "اگر مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہزار بار یا اس سے زیادہ معافی طلب کرتا ہوں یہاں تک کہ وہ میرے لیے حل ہو جائے"۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا: (وربما ذهبت إلى الخلوات أمرغ خدي في التراب، وأقول يا معلم إبراهيم علمني) "کبھی میں خلوت میں جاتا ہوں، اپنا چہرہ خاک میں رگڑتا ہوں، اور کہتا ہوں، "اے ابراہیم علیہ السلام کے استاد، مجھے علم عطا فرما"۔

تو اس دور میں اللہ عزوجل کے جفاکش بندے کہاں ہیں؟ رات کے عبادت گزار اور دن کے مجاہد کہاں غائب ہو گئے؟ وہ تو ایسے گم ہو گئے ہیں جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔ حالانکہ جب وہ تعداد میں کم تھے تو بہت سے لوگوں سے زیادہ بافضیلت بن کر ابھرے۔

پس جو شخص قیامت کے دن نجات کا خواہاں ہو اسے چاہیے کہ وہ مصلی پر قائم رہے کیونکہ یہی استقامت کا دروازہ ہے۔ اس سنت کو اپنے اندر زندہ کریں، پھر ان لوگوں کو نصیحت کریں جو آپ کی ہدایت سے مستفید ہوتے ہوں۔ شاید اس عمل سے آپ اس کا راستہ روشن کر دیں اور قیامت کے دن آپ کا شمار اس (سنت) کو زندہ کرنے والوں میں ہو جائے۔

اللہ فرماتا ہے: ﴿كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ﴾ "رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے" (الذَّارِيَات- 51:17) اور یہ بھی فرماتا ہے: ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾ "اُن کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں اور جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں" (سُورَةُ السَّجدَة- 32:16)۔

سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **« نعم الرجل عبد الله لو كان يصلي من الليل » "اللہ کا وہ بندہ کتنا بہترین ہے جو رات کو کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے"**۔ سالم نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ اس کے بعد، وہ رات کو بمشکل ہی سویا کرتے تھے (متفق علیہ)۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **« يا عبد الله لا تكن مثل فلان كان يقوم الليل فترك قيام الليل » "اے عبداللہ! فلاں کی طرح مت ہو جانا، وہ رات میں قیام کرتا تھا (تہجد پڑھتا تھا)، پھر اس نے رات کا قیام چھوڑ دیا"** (متفق علیہ)۔

یہ بھی روایت ہے کہ حسن بن صالح نے ایک لونڈی کو بیچا اور جب وہ خریدار کے گھر پہنچی تو رات کے آخری حصے میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑی ہو گئی۔ کہنے لگی اے گھر کے مکینوں نماز، نماز! وہ لوگ بولے، کیا فجر ہو گئی ہے؟ وہ بولی، "کیا آپ صرف فرض کی نمازیں پڑھتے ہیں؟" وہ لوگ بولے، "ہاں، ہم صرف فرض کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس نے کہا مجھے حسن کے پاس واپس کر دو۔ مجھے ایک ایسے بدکار لوگوں کے ہاتھوں بیچ دیا گیا ہے جو رات کو نماز نہیں پڑھتے۔ چنانچہ انہوں نے اسے واپس کر دیا۔

میرے داعیان بھائیوں! رات کی نماز صبر کرنے والوں کی عادت ہے اور یہ منتظر فاتح نسل کی امتیازی خصوصیت ہے۔ اسی (خصوصیت) پر مردوں کو پرورش دی گئی اور وہ ہدایت یافتہ بن گئے۔ سید قطب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "جب مدت طویل ہو اور کوشش مشکل ہو جائے تو صبر کمزور ہو سکتا ہے۔ مشکل سے ملنے والی فتح اور باطل کے غلبے، اور طویل کانٹے دار سڑک پر حامیوں کی کمی پر صبر کرنا نماز کی قدر کو واضح کر دیتا ہے۔ یہ وہ پائیدار امداد ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتی اور وہ رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھاری پیغام پہنچانے کا حکم دیا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان سے فرمایا: **﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْمُزَّمِّلُ (١) قُمِ ٱلَّيْلَ إِلَّا قَلِيلاً (٢) نِّصْفَهُۥٓ أَوِ ٱنقُصْ مِنْهُ قَلِيلاً (٣) أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ ٱلْقُرْءَانَ تَرْتِيلاً (٤) إِنَّا سَنُلْقِى عَلَيْكَ قَوْلاً ثَقِيلاً ﴾ "اے چادر اوڑھنے والے۔ رات کے تھوڑے سے حصے کے سوا قیام کرو۔ آدھی رات**

(قیام کرو) یا اس سے کچھ کم کر لو۔ یا اس پر کچھ اضافہ کر لو اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے" (سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل؛ 1-5)۔ چنانچہ رات کی نماز اس بھاری بوجھ کا پیش خیمہ بن گئی۔

قیام اللیل کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ یہ قیامت کے دن لمبے عرصے تک کھڑے رہنے کی مشقت کو آسان کر دے گی۔ ابن عباس نے بیان کیا: (من أحب أن يهون الله عليه طول الوقوف يوم القيامة فليره الله في ظلمة الليل ساجدا وقائما يحذر الآخرة) "جو بھی اللہ سے یہ چاہتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اس کے لیے طویل عرصے تک کھڑے رہنے کی مشقت کو آسان کر دے، تو اسے چاہیے کہ اللہ کو دکھائے کہ وہ رات کی تاریکیوں میں سجدہ ریز اور اس حال میں کھڑا ہوا ہے جس سے وہ اپنی اخرت کی حفاظت کر رہا ہے"۔

یا اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دیں جو نیکی سے مزین ہوں، نہ کہ صرف اس کے بارے میں باتیں کرنے والے ہوں۔ ہمیں نیند سے نجات عطا فرما اور ہمیں تیری اطاعت اور تیری یاد میں جاگنے کی توفیق بخش دے۔ ہمیں تیری یاد، تیرا شکر اور تیری عبادت کرنے میں کمال عطا فرما۔ اس لیے اے میرے بھائی، رات کی نماز پڑھنے کی کوشش کریں، ہر روز دو رکعتیں یا اس سے زیادہ سے شروع کریں اور اس پر مستقل مزاجی سے قائم رہیں۔ اور بے شک توفیق تو صرف اللہ کی طرف سے ہے۔

فہرست

سیاست ایک فکراور ایک طریقہ ہے

کتاب "حزب التحریر کے سیاسی تصورات" سے ماخوذ

جہاں تک ایسی فکر (نظریہ) کا تعلق ہے کہ جس پر کسی بھی ریاست کی سیاست قائم ہوتی ہے تو یہ فکر ہی وہ بنیاد ہے جس پر ریاست دیگر اقوام کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کرتی ہے۔ پس وہ ریاستیں جو کسی مبدأ (آئیڈیالوجی-ideology) کی حامل نہیں، ان کے افکار مختلف اور متضاد ہوتے ہیں اور ان کے افکار میں تبدیلی کی گنجائش رہتی ہے۔ ایسے ممالک کی سیاست کے متعلق بحث سیاسی منصوبوں اور اسالیب کے ضمن میں کی جائے گی، نہ کہ سیاسی نظریے کی بحث کے ضمن میں۔

البتہ وہ ریاستیں جو کسی نہ کسی مبدأ (آئیڈیالوجی) کی حامل ہیں تو ان کی فکر کسی تبدیلی کے بغیر مستقل رہتی ہے۔ یہی اختیار کردہ فکر اس آئیڈیالوجی کو دنیا میں ایک ایسے مستقل طریقہ کار کے ذریعے فروغ دیتی ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتا، خواہ اس کے اسالیب میں تبدیلی واقع ہو جائے۔ ایسی ریاستوں پر سیاسی نظریے کی بحث کا اطلاق ہوتا ہے۔

دنیا میں موجود ریاستوں کو اسی بنیاد سے دیکھنا ضروری ہے۔ یعنی اس بات کو مدِ نظر رکھا جائے کہ کیا ایک ریاست دوسری اقوام کے ساتھ تعلقات کیلئے ایک بنیادی فکر رکھتی ہے خواہ یہ فکر مستقل ہو یا غیر مستقل۔ اسی طرح اس فکر کے نفاذ کیلئے اس ریاست کا ایک مخصوص طریقہ کار ہوتا ہے، خواہ مستقل ہو یا غیر مستقل۔ اور وہ ریاست اپنے اِس مخصوص فکرو طریقہ کی روشنی میں اپنے منصوبوں کو اس انداز میں تشکیل دیتی ہے اور ایسے اسالیب styles کو اختیار کرتی ہے تاکہ اس کے مقصد کو حاصل کیا جا سکے۔ البتہ آجکل دنیا میں موجود ممالک اسالیب کے حوالے سے اپنے آپ کو آزاد رکھتے ہیں، لہٰذا وہ ایسے اسلوب اختیار کرتے ہیں جن سے مقصد حاصل ہو جائے۔ اگرچہ وہ

اسلوب ان کی آئیڈیالوجی کے طریقہ کار کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اور وہ "انت بھلا سو بھلا (The end justifies the means)" کے اصول پر چلتے ہیں۔

بہر حال، تمام ممالک ایسے سیاسی منصوبے تشکیل دیتے ہیں جو حسبِ ضرورت بدلتے رہتے ہیں اور ایسے مختلف اسالیب اپناتے ہیں جو حالات کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

ریاستیں اپنی امت کے مفادات کی دیکھ بھال کے لیے سیاسی اعمال سر انجام دیتی ہیں اور ریاستیں اپنے مفادات کے مطابق دیگر ریاستوں کے ساتھ تعلقات قائم کرتی ہیں۔اس کے باوجود ریاستوں کے درمیان بہت بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ ریاست جو کوئی مخصوص آئیڈیالوجی نہیں اپناتی، اس کے نزدیک بین الاقوامی تعلقات میں مفاد ہی مؤثر عنصر (effective factor) ہوتا ہے۔ جبکہ وہ ریاست جو ایک مخصوص آئیڈیالوجی (مبدأ) کی حامل ہے اور اس کا دنیا میں پرچار کرتی ہے، وہ بین الاقوامی تعلقات میں آئیڈیالوجی کو ہی مؤثر عنصر سمجھتی ہے اور اس آئیڈیالوجی کے متعین کردہ مفادات کو ایک معاون عنصر (supporting factor) کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس لئے ریاست کو اس کے اختیار کردہ نظریاتی پہلو کے لحاظ سے پہچاننا لازم ہے، مثلاً فلاں ریاست کسی آئیڈیالوجی کی حامل ہے یا اس کی کوئی آئیڈیالوجی نہیں ہے۔ اس طرح ان عوامل کی معرفت حاصل ہو سکے گی جو اس کے بین الاقوامی تعلقات پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ چونکہ آئیڈیالوجی ہی وہ چیز ہے جو اسے اختیار کرنے والی ریاست پر اثر انداز ہوتی ہے اور نتیجتاً اس کے بین الاقوامی تعلقات اور بین الاقوامی صورتحال پر بھی اثر انداز ہوتی ہے، اس لئے دنیا پر راج کرنے والی آئیڈیالوجیز Ideologies کو پہچاننا لازمی ہے اور یہ بھی جاننا لازم ہے کہ یہ آئیڈیالوجیز (مبادی) موجودہ عالمی سیاست پر کس حد تک اثر انداز ہوتی ہیں اور ان کے اندر کس حد تک مزید اثر انداز ہونے کی قابلیت موجود ہے اور یہ کہ مستقبل میں عالمی سیاست پر یہ کہاں تک اثر انداز ہو سکتی ہیں۔ یوں ان آئیڈیالوجیز اور حال و مستقبل پر ان کے مرتب ہونے والے اثرات کی روشنی میں عالمی تعلقات کو سمجھا جا سکتا ہے۔

اس وقت جب ہم پوری دنیا پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں صرف تین آئیڈیالوجیز نظر آتی ہیں: اسلام، سرمایہ داریت اور اشتراکیت۔ ان میں ہر آئیڈیالوجی کے حامل کروڑوں لوگ موجود ہیں، لیکن اس وقت اسلامی آئیڈیالوجی کی حامل کوئی ریاست موجود نہیں۔ لہذا نہ عالمی تعلقات میں اس کی کوئی جگہ ہے اور نہ ہی اس عالمی صورتحال پر اس کا اثر ہے جو اس وقت دنیا پر غالب ہے۔ جہاں تک اسلامی ریاست کی کارزارِ حیات میں دوبارہ واپسی کے راستے میں رکاوٹوں کا تعلق ہے جو یہ ممالک ڈالتے ہیں، جس کی وجہ سے امتِ مسلمہ میں اضطرابیت کو محسوس کیا جارہاہے، اس کا عالمی صورتحال کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ یہ سب عالمی تعلقات پر اثرانداز ہوتا ہے۔ کیونکہ عالمی صورتِ حال اور عالمی تعلقات پر اثرانداز ہونے کا تقاضا ہے کہ ایک ایسی ریاست موجود ہو جو اسلامی آئیڈیالوجی کی بنیاد پر اپنی داخلی و خارجی سیاست کے امور چلائے۔

اور جہاں تک عالمی سیاست کا مسلمانوں کی طرف متوجہ ہونے کی بات ہے، خصوصاً امریکی سیاست جو اس وقت اسلامی سرزمین کو اپنے تسلط کے منصوبوں کے مطابق ڈھالنے میں مصروف ہے۔ جیسا کہ 2003ء کا "عظیم مشرق وسطیٰ پلان"(Greater Middle East Plan) تو یہ سب اُس بڑھتے ہوئے اندیشے اور خوف کی علامت ہے جو ان ممالک کو مسلمانوں کی متوقع اسلامی ریاست کے قیام سے لاحق ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ اسلام عالمی سیاست میں بھی وہی مؤثر کردار ادا کر رہا ہے جو وہ اپنی ریاست کی حقیقی موجودگی کی صورت میں ادا کرے گا۔

جہاں تک دوسری دو آئیڈیالوجیز کی بات ہے تو دونوں آئیڈیالوجیز کی حامل کوئی ایک یا ایک سے زائد مملکتیں دنیا میں موجود ہیں، اس لئے ان کا عالمی تعلقات اور عالمی سیاست پر اثر ہے، بالخصوص جب سوویت یونین اپنے سقوط سے پہلے کی حالت میں تھا۔ ان آئیڈیالوجیز (مبادی) کا ایک اثر یہ تھا کہ دنیا دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی تھی، مشرقی بلاک اور مغربی بلاک۔ لیکن مشرقی بلاک کے سقوط اور وارسا پیکٹ (Warsaw Pact) کے تحلیل ہونے کے ساتھ دو قطبی پالیسی(bi-polar policy) کا بھی خاتمہ ہوا۔ اور پھر اشتراکی مبدأ (کیمونزم) چین اور شمالی کوریا کے علاوہ کسی ریاست میں علامتی طور پر بھی نافذ نہیں رہا۔ چنانچہ دنیا میں بین الاقوامی جدوجہد اختتام پذیر ہو کر علاقائی جدوجہد بن گئی کیونکہ سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد اس کی فکر عالمی سیاست میں نمایاں کردار ادا نہ کر سکی۔ اس کا سبب یہ تھا

کہ اشتراکیت کے فروغ کا نظریہ کہ جس پر ان کی خارجہ پالیسی کی بنیاد تھی، نفاذ سے محروم ہو گیا۔ جہاں تک ان ریاستوں کا تعلق ہے جو اب بھی اشتراکی آئیڈیالوجی کی علمبردار ہیں تو اب ان کی خارجہ پالیسی اس فکر کی بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ چنانچہ چین کی پالیسی دنیا میں اشتراکیت کے فروغ کی بنیاد پر قائم نہیں ہے اور اس کی وجہ چینی قوم کے طبعی رجحانات ہیں جو صرف پڑوسی ایشیائی ممالک میں اثر ورسوخ پر اکتفاء کیے ہوئے ہے۔ تاریخی طور پر بھی اس کے عزائم عالمی اثر ورسوخ حاصل کرنے کے لئے نہیں رہے اور چینی قوم کی اس حقیقت کے سبب، چین نے کبھی بھی اپنے آپ کو اور اپنی قوت کو اس قابل بنانے کی کوشش نہیں کی کہ وہ عالمی سیاست میں نمایاں مقام حاصل کرے۔ خلاصہ یہ کہ چین کی تمام تر کوششیں صرف اپنے ارد گرد کے علاقے میں اثر و نفوذ پیدا کرنے پر مرکوز رہی ہیں۔

جہاں تک سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی کی بات ہے تو جس فکر پر ان کی پالیسی قائم ہے وہ پوری دنیا میں سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی کو فروغ دینا ہے، یعنی دین کی دنیاوی امور سے جدائی کی فکر۔ تاہم سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی کی حامل ریاستیں متعدد ہونے اور باہمی اختلاف کے باوجود، سب متفقہ طور پر اپنی فکری قیادت یعنی سرمایہ داریت کو پوری دنیا میں پھیلانے اور زندگی کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کو دنیا پر غالب کرنے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔

جہاں تک اس طریقہ کا تعلق ہے جو سرمایہ دارانہ بلاک اپنی فکر کے نفاذ کیلئے اپناتا ہے، تو وہ استعماریت (colonialism) ہے، یعنی مغلوب اقوام کا استحصال کرنے کیلئے ان پر سیاسی، عسکری اور ثقافتی تسلط قائم کرنا۔ یہ طریقہ کار متعین اور فکس ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی چاہے حکومتیں یا ان کے قوانین کتنے ہی بدل جائیں۔ چنانچہ استعماریت کے بارے میں لینن نے جو کچھ کہا کہ "یہ سرمایہ داریت کا انتہائی مرحلہ ہے" درست نہیں ہے، بلکہ استعماریت سرمایہ دارانہ نظریے کا ہی ایک حصہ ہے، یعنی یہ وہ طریقہ کار ہے جس کے ذریعے لوگوں تک سرمایہ داریت پھیلائی جاتی ہے۔ لہٰذا سرمایہ دارانہ بلاک کی خارجہ پالیسی اس کی فکر اور طریقہ کے حوالہ سے اٹل ہے، یہ ریاستوں کے اختلاف اور جھگڑوں کی وجہ سے تبدیل نہیں ہوتی۔ چنانچہ برطانیہ کی پالیسی امریکہ، فرانس، اٹلی اور تمام دوسرے سرمایہ دارانہ ممالک کی طرح یہ ہے کہ اپنی آئیڈیالوجی اور زندگی کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کو استعماری طریقہ سے فروغ دینا۔

مغربی بلاک یا کیمپ کے طریقہ کو سمجھتے وقت یہ بات مدِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ اگرچہ یہ طریقہ استعمارانہ ہونے کی حیثیت سے اٹل ہے لیکن مغربی کیمپ کے استعماریت کو ممکن بنانے کے اسالیب میں اور اس کے متعلق نقطۂ نظر میں زمانے کے ساتھ ساتھ کچھ تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ان کی بعض تبدیلیاں وہ ہیں جو اس کے اسالیب اور استعمار کے بارے میں نقطۂ نظر میں اختلاف کے حوالے سے رونما ہوئیں۔ جہاں تک استعماری طریقے کے اسالیب میں تبدیلی کا تعلق ہے تو ماضی میں مغرب کا دارومدار فوجی تسلط پر رہااور اسے قدیم استعماریت سے منسوب کیا جاتا ہے، لیکن پھر مغرب نے دیگر اسالیب کو اختیار کر لیااور اسے جدید استعماریت کہا گیا۔ چنانچہ امریکہ سیاسی دباؤاور ہراساں کرنے کی سرگرمیوں کے علاوہ اقتصادی پہلوؤں، جیسے قرضوں کی فراہمی، ترقیاتی سکیموں اور ماہرین وغیرہ پر انحصار کرنے لگا۔ پھر امریکہ ان نئے اسالیب کے ہمراہ دوبارہ عسکری تسلط کے استعمال کی طرف لوٹا، یعنی اپنے اثرورسوخ اور خواہشات کے سامنے دیگراقوام کو سرنگوں کرنے کے لئے کوشاں ہوا اور اپنے اثرورسوخ کی نگرانی کیلئے اپنی نوآبادیات (colonies) میں فوجی اڈوں کے قیام پر توجہ دینے لگا۔ دوسری طرف برطانیہ کی توجہ ایجنٹ اشخاص پیدا کرنے کی طرف رہی، اس نے اپنی انٹیلی جنس کو استعمال کیااور کئی ریاستوں کے حکام میں موجود اپنے ایجنٹوں اور بدنام تجارتی سودے بازیوں پر انحصار کرنے لگا۔ قرضوں پر اس کا اعتماد اس لئے کمزور ہوا کہ اس کی مالی حالت کمزور ہوگئی۔ اسی طرح فوجی اڈوں کے قیام پر بھی اس کا انحصار کم ہونے لگا کیونکہ اس کے عالمی اثرورسوخ میں کمی آگئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود برطانیہ اپنی نوآبادیات کالونیوں میں یاان کے نزدیک فوجی اڈے اور چھاؤنیاں تاحال قائم کئے ہوئے ہے، جیسا کہ قبرص میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ استعماریت کے اسالیب میں تبدیلی ایک لازمی جزو رہا ہے۔

جہاں تک استعماریت کی رائے میں تبدیلی کا تعلق ہے جو سرمایہ داریت کی فکر کے ساتھ بطورِ طریقہ کے مربوط ہے، تو یہ رائے دو معاملات کے مابین شش وپنج میں پڑ گئی ہے: ایک طرف سرمایہ دارانہ نظریے کے ساتھ استعماریت کے ربط کی مضبوطی ہے یعنی بعض کا خیال ہے کہ استعماریت محض سرمایہ داریت کے فروغ کا ایک طریقہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ داریت کے فروغ کو ترجیح ہونی چاہئے۔ اور دوسری جانب اس ربط کی کمزوری ہے یعنی سب سے زیادہ ترجیح خود استعماریت کی ہونی چاہئے اور سرمایہ داریت کو ثانوی حیثیت دی جائے۔ چنانچہ استعماریت

بذات خود ایک مقصد کی حیثیت حاصل کرنے لگی۔ سرمایہ دارانہ نظریے کے ساتھ استعماریت کے ربط کی اس کمزوری اور مضبوطی کا دارومدار ان ممالک پر ہے جن پر سرمایہ دار ممالک تسلط حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آیا یہ ممالک کسی تہذیب کے حامل ہیں جن پر تسلط پانے کے لئے ان پر سرمایہ داریت کی فاسد تہذیب کو مسلط کیا جائے اور ان کے وسائل لوٹے جائیں، اور آیا ان کی کوئی تہذیب نہیں ہے کہ جس سے ٹکراؤ کی ضرورت ہو، تو اس کو صرف کالونی بنا کر اس پر تسلط حاصل کیا جائے اور ان کے وسائل لوٹے جائیں۔اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ افریقہ کو صرف استحصال پر مبنی کالونی بنانے کی کشمکش میں مغربی ممالک پیش پیش رہے جبکہ افریقہ میں سرمایہ دارانہ نظریے کا فروغ نہ ہونے کے برابر تھا۔ چنانچہ یورپ اور امریکہ کے درمیان اثرورسوخ حاصل کرنے کی کشمکش میں صرف مادی لالچ ہی عروج پر تھا جیسے یوگنڈا اور روانڈا کی علاقائی جنگ، جو کئی سالوں تک جاری رہی اور جس میں لاکھوں لوگ لقمۂ اجل بن گئے۔ اسی طرح زائر (ڈیموکریٹک کانگو) کے واقعات وغیرہ۔ لہذا برطانیہ، اس کے یورپی اتحادیوں اور امریکہ نے افریقہ میں صرف مادی وسائل ہی کو اپنا مطمع نظر بنایا۔اس طرح افریقہ میں استعماریت، سرمایہ دارانہ نظریے کے طریقے کی بجائے بذاتِ خود مقصد بننے لگی۔ جبکہ عالم اسلام میں سے مشرقِ وسطیٰ اور شمالی افریقہ یا وسطی ایشیاء اور جنوبی ایشیاء کے مادی مفادات کے استحصال کیلئے استعماری ممالک، جن کا سرغنہ امریکہ ہے، نے ایک طرف سیاسی، فوجی اور اقتصادی غلبہ اور تسلط کی کوششیں کیں تو دوسری جانب سرمایہ داریت کے فروغ کیلئے بہت سے پہلوؤں میں کوششیں کیں۔ مثلاً وہ "عورت کی آزادی" کی کانفرنسیں اور "عورت کی حکمرانی" کی باتیں کرتے تھے۔ اسی طرح مشرق وسطیٰ پلان (Middle East Plan) میں امریکہ کی طرف سے جو دیکھنے میں آیا یعنی ثقافتوں کی تعمیرِ نو کی آڑ میں ثقافتی تسلط کا حصول، اسی طرح بین المذاہب مکالمہ، ثقافتوں میں میل جول، تعلیم کے طریقہ کار میں ترمیم یا تغیر، ان تمام کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا اپنی ثقافت اور تہذیب کے ساتھ رابطہ منقطع ہو جائے۔اس طرح سرمایہ داریت کا طریقہ وقت کے ساتھ شکلیں بدلتا رہا لیکن اس کے باوجود استعماریت ہی سرمایہ داریت میں اساسی رکن کی حیثیت رکھتی ہے، چاہے یہ سرمایہ داریت کو فروغ دینے کے لیے بطور طریقہ ہو یا یہ خود ایک مقصد بن جائے۔

فہرست

آسودگی، اور آسودگی کے پُرفریب اعشاریے

ڈاکٹر عبدالبصیر قاضی، پاکستان

کثیر تعداد میں لوگ پاکستان کو چھوڑتے چلے جا رہے ہیں۔ صرف 2022 میں، 8 لاکھ سے زائد پاکستانیوں نے بیرون ملک بہتر روزگار کی تلاش میں اپنے وطن کو خیر باد کہہ دیا۔ یہ نہ صرف سیاسی عدم استحکام اور معاشی عدم تحفظ ہے جو کہ اس قدر بڑے پیمانے پر لوگوں کی نقل مکانی کا باعث بن رہا ہے بلکہ یہ تصور بھی پایا جاتا ہے کہ کسی مغربی ملک میں ہجرت کر لینے سے ہم کسی نہ کسی طرح آسودہ حال ہو جائیں گے۔ آسودگی کے سالانہ انڈیکس (اعشاریہ جات) اس بیانیہ کو مزید تقویت دیتے ہیں، کیونکہ بہر حال مغربی ممالک واضح طور پر آسودگی کی اس رینکنگ میں سب سے آگے ہیں۔ اور اگر یہ سب محض ایک سراب ہوا تو کیا ہو گا؟ اس مضمون میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ اطمینان وراحت کا حقیقی مطلب کیا ہے اور ساتھ ہی اس مضمون میں آسودگی کے انڈیکس کو بھی تنقیدی جائزہ کے ساتھ تبدیل کیا گیا ہے۔

اطمینان وراحت حاصل ہونا ایک انفرادی تجربہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کی مختلف تعریفوں اور اسے جانچنے کے طریقوں پر بہت سے مباحثے اور تنقیدیں ہوتی رہی ہیں۔ ایسے مُباحثے اور تنقیدیں آسودگی کے اعشاریہ جات (انڈیکس) تک بھی پھیلے ہوئے ہیں، جو کہ دنیا بھر میں قومی سطح پر آسودگی جانچنے کا سروے پر مبنی ایک پیمانہ ہے اور ہر سال آسودگی کے لحاظ سے ممالک کی رینکنگ کے طور پر شائع ہوتا ہے۔ یہ انڈیکس اس سروے پول پر اُن لوگوں کے خود رپورٹ کردہ سکورز اور رائے پر منحصر ہے جسے کینٹرل زینہ کہا جاتا ہے، جس میں لوگوں کے اطمینان وراحت کی سطح کو 1 سے 10 تک سکور دیا جاتا ہے۔ ان شائع ہونے والے سروے میں تازہ ترین 2023 کا سروے ہے جہاں فن لینڈ نے ریکارڈ توڑتے ہوئے چھٹی بار چارٹ میں سب سے اُوپر رہا تھا۔ میڈیا کی تمام تر تشہیر کا مطالبہ ہے کہ آسودگی کے تصور کو انفرادی سطح پر کسی فرد کے دنیا کے نکتۂ نظر کے اندر سمجھنا چاہیے، جو کہ مسلمانوں کے لئے یقیناً اسلامی نکتۂ نظر ہونا چاہیے۔

خوشگوار ہونے کو آسانی سے ایک شخصی اطمینان کی حالت کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے۔ مغربی سیکولر معاشروں کے لئے، یہ شخصی اطمینان نفسانی خواہشوں و لذتوں سے حد درجہ تک لطف اندوز ہونے سے جُڑا ہوا ہے۔ جیسا کہ کسی بھی انفرادی شخصی تجربہ کا معاملہ ہے، خوشگوار ہونے کا انحصار کسی فرد کے ثقافتی اثرات، ذاتی اقدار اور توقعات پر بھی ہوتا ہے۔ ہم ایک انتہائی مربوط دنیا میں رہ رہے ہیں جو ایک واحد ثقافت اور اقدار کے ایک مخصوص سیٹ کی جانب بڑھ رہی ہے جو کہ کسی فرد کی توقعات کو کنٹرول کرتے ہیں۔ لوگوں کی پسند و ناپسند، غالب ثقافت اور اقدار سے زیادہ سے زیادہ متأثر ہوتی ہیں جو کہ بہر حال مغربی ثقافت و اقدار ہیں۔ راحت و آسودگی کے اس معیار نے عالمی سطح پر ایک واضح ترجیح کو جنم دیا ہے:

- اجتماعیت سے بڑھ کر انفرادیت
- سادگی سے بڑھ کر مادیت پرستی
- خاندانی فرائض سے بڑھ کر ذاتی کامیابیاں
- مذہبی عقیدت سے بڑھ کر سیکولرزم
- روایتی صنفی کردار سے بڑھ کر صنفی مساوات
- پائیداری سے بڑھ کر صارفیت(Consumerism)

اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اپنے آپ کو مطمئن اور آسودہ خیال کریں گے اگر ان کے پاس درج بالا بُلٹ پوائنٹس میں بائیں جانب والا عنصر، مقدار میں زیادہ ہو چاہے وہ عنصر دائیں جانب والے کی قیمت چُکا کر حاصل کیا گیا ہو۔ کیا اس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ ایک شخص کو یہ فریب دیا جاسکتا ہے کہ وہ خیال کرے کہ وہ خوش ہے حالانکہ وہ خوش نہ ہو؟ جی ہاں، یقیناً! اس بات کو سمجھنے کے لئے ایک منشیات کے عادی شخص کی سادہ سی مثال کی طرف غور کریں۔ جب تک وہ منشیات کے نشے کے زیرِاثر رہے گا، وہ اپنی راحت و اطمینان کو مکمل کامل قرار دے گا۔ اس کے اپنے ذاتی مقرر کردہ معیار کے مطابق، اگر وہ اپنی باقی زندگی اسی طرح نشے کی ہواؤں میں اُڑتا رہے تو وہ ایک خوشگوار زندگی جیتا رہے گا۔ جبکہ مبصرین کی حیثیت سے ہم یہ جانتے ہیں کہ ایسی زندگی بے مقصد اور نکمی ہے۔ مغرب میں لوگوں کی

زندگیاں اور توقعات اسی مثال سے ملتی جلتی ہیں۔ مغرب کے لوگ چند انا پرست اور خود غرض مقاصد کے حصول کے لئے اپنی صلاحیتوں میں مقید ہیں۔

ایسی خود ساختہ رپورٹنگ سے متعلق ایک اور مسئلے کو سمجھنے کے لئے، ذیل میں دی گئی مثال سے آپ کو کافی مدد ملے گی: کوئی ایسا شخص جس نے حال ہی میں کسی لاٹری میں ایک ملین ڈالر جیتے ہوں تو بِلا شبہ وہ اپنے خوشگوار ہونے کے درجہ کو انتہائی اعلیٰ قرار دے گا۔ تاہم لاٹری میں جیتے گئے ایک ملین ڈالر لمحاتی طور پر تو کسی عزیز کی موت یا بیمار والدین کی تکلیف یا جُدائی کے صدمہ کو بُھلا سکتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اس نقصان کا اثر ہی زائل ہو گیا ہو۔ اس کے بر عکس، لوگ بالآخر یہ سمجھنے لگ جائیں گے کہ مادی دولت کسی 'نقصان' کی جگہ نہیں لے سکتی۔ یوں یاسیت اور اضطراب کے خیالات ان احساسات کے ساتھ منسلک ہو سکتے ہیں۔ اول الذکر مثال کے معمولی ہونے یا بعد الذکر مثال کے اہم ہونے سے قطع نظر انسان خاص طور پر جب وہ مغرب کے لبرل و سیکولر نظریہ سے متأثر ہو جاتے ہیں تو اکثر زیادہ اہم، طویل المیعاد مقاصد کے حصول کو نظر انداز کرتے ہوئے فوری تسکین حاصل کرنے کا میلان ظاہر کرتے ہیں۔ یہ میلان آسودگی کے اس سکور سے واضح ظاہر ہوتا ہے جو WEIRD ممالک (مغربی، تعلیم یافتہ، صنعت یافتہ، امیر، جمہوریت پسند) کی حمایت کرتے ہیں۔ مطالعات کے مطابق، کوئی ملک جتنا WEIRDer ہوتا ہے تو اس ملک کا آسودگی کا انڈیکس اتنا بڑھتا چلا جاتا ہے۔ آسودگی کی ایک حقیقی نمائندگی کرنے والا پیمانہ کسی قوم کے WEIRDness (بے حسی) سے آزاد ہونا چاہئے۔

اب اس مباحثہ میں اسلام کو لے کر آنے سے آسودگی کے بارے میں نکتۂ نظر ہی بڑی حد تک اور -- یکسر بدل جاتا ہے۔ مسلمان اپنے تمام اعمال اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اوامر ونواہی کے مطابق ادا کرتے ہیں کیونکہ انہیں خود ہی معاشرے کے تمام امور کو منظم کرنا چاہئے۔ ایک مسلمان کے لئے خوشگوار زندگی اور سکون لانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کے مقرر کردہ اوامر ونواہی کا پابند کرے۔ لہٰذا، حقیقی اطمینان نفسانی لذتوں کے ذریعے نہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے حصول کے ذریعے حاصل ہوتی ہے جبکہ کسی بھی فطری یا جبلتی ضروریات کو نظر انداز نہیں کیا جاتا۔

قرآن وسنت میں لفظ 'سعادت' کی مختلف حالتیں استعمال ہوئی ہیں جس کا لغوی ترجمہ راحت یا خوشی سے کیا جاتا ہے، لیکن تراجم میں زیادہ تر مزید باضابطہ لفظ **'نیک بخت'** کا استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں دو مرتبہ یہ لفظ مذکور ہوا ہے، دونوں بار سورۃ ہود میں؛ ارشاد ہے:

﴿ يَومَ يَأتِ لا تَكَلَّمُ نَفسٌ إِلّا بِإِذنِهِ ۚ فَمِنهُم شَقِيٌّ وَسَعيدٌ ﴾

"جس دن وہ آئے گا، کوئی جاندار نہ بولے گا، مگر اس کے حکم سے؛ سو (اس دن) ان میں سے کوئی بد بخت ہے اور (کوئی) نیک بخت"۔ (ھود؛11:105)

﴿ وَأَمَّا الَّذينَ سُعِدوا فَفِي الجَنَّةِ خالِدينَ فيها ما دامَتِ السَّماواتُ وَالأَرضُ إِلّا ما شاءَ رَبُّكَ ۖ عَطاءً غَيرَ مَجذوذٍ ﴾

"اور وہ جو نیک بخت ہیں، وہ جنت میں ہیں، رہا کریں اس میں جب تک رہے آسمان و زمین مگر جو چاہے تیرا رب، بے انتہا بخشش ہے"۔ (ھود؛11:108)

دلچسپ بات یہ ہے کہ نیک بختی کے دونوں ذکر، آخرت کے تناظر میں ہیں، جو کہ ہمیں مغربی اور اسلامی روایات کے مابین سعادت کے تصور کے بنیادی فرق کی جانب لے کر آتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے، حقیقی اور ابدی خوشی آخرت میں ملتی ہے۔ مزید یہ کہ، اس ابدی خوشی کو پانے کے لئے کوئی بھی موقع چاہے وہ کتنا ہی دشوار کیوں نہ ہو، تو وہ مسلمانوں کو اس زندگی میں بھی مطمئن رکھے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ، مشکلات، آزمائشیں اور تکالیف ہمیشہ اس چمکتی لکیر کی مانند ہوتی ہیں جو کسی کو اس ابدی راحت کی یاد دلاتی رہیں اور اس طرح مجموعی طور پر اطمینان و آسودگی میں اپنا حصہ ڈالتی ہیں یا کم از کم مصائب کو کم کرتی ہیں۔

سنتِ مبارکہ کے حوالہ سے، اس تصور کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔ درج ذیل حدیثِ مبارکہ بہت واضح طریقے سے نیک بختی و سعادت کو بیان کرتی ہے:

«عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللهُ لَهُ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ سَخَطُهُ بِمَا قَضَى اللهُ لَهُ»

"سعدؓ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، "ابنِ آدم کی خوش بختی کے لئے یہی ہے کہ جو کچھ اللہ نے اس کے لئے لکھ دیا تو وہ اس پر راضی ہو۔ اور ابنِ آدم کی بد بختی میں یہ ہے کہ وہ اللہ سے رہنمائی لینا ترک کر دے اور ابنِ آدم کی بد بختی یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے وہ اس سے راضی نہ ہو"۔ (سنن ترمذی)

یہ حدیث ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اپنے پاس جو کچھ موجود ہو، اس میں مطمئن رہنا ہی آسودگی کا باعث بن سکتا ہے۔ آج کے دور میں، بہت سے لوگوں کے لئے حقیقت کو تسلیم کر لینا نہایت مشکل ہو سکتا ہے۔ لوگ اپنے حالات کے مطابق ڈھلنے کی بجائے اکثر انہیں تبدیل کر دینا چاہتے ہیں جو کہ ان کے عدم اطمینان کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ عدم اطمینان معاشرتی پیغام رسانی کا ایک نتیجہ ہو سکتا ہے، جو اکثر اس غلط تصور کو تقویت دیتا ہے کہ کوئی فرد جو چاہے وہ بعینہٖ اسے ویسے ہی حاصل کر سکتا ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔

اب ہم آسودگی کے اس انڈیکس پر واپس آتے ہیں جہاں مسلسل چھٹے سال فن لینڈ قابل ذکر درجہ پر سر فہرست رہا ہے۔ آئیں فن لینڈ اور اس میں پھیلے ہوئے بے شمار مسائل میں سے چند کا قریبی جائزہ لیتے ہیں۔

اپنی آبادی میں سے 5.6% فیصد کے طبّی طور پر ڈپریشن کا شکار ہونے کے ساتھ، فن لینڈ دنیا کی آٹھویں نمبر پر شدید ڈپریشن زدہ قوم ہے۔ خودکشی کی شرح کے لحاظ سے بھی، جو کہ ہر 100،000 افراد میں 14.2 پر ہے، فن لینڈ کو دنیا بھر میں وہی آٹھواں نمبر دیا گیا ہے۔ دماغی صحت کے بارے میں فن لینڈ کی شراکت داری نے، جو کہ 34 دماغی

صحت کی تنظیموں پر مشتمل ہے، حال ہی میں فن لینڈ کی پارلیمنٹ کے ارکان کے لئے ایک رپورٹ تیار کی۔ اس رپورٹ میں یہ انکشاف کیا گیا کہ کام کرنے کی صلاحیت میں کمی کے باعث دماغی صحت کے مسائل قبل از وقت ریٹائرمنٹ کی سب سے بڑی وجہ ہیں۔ رپورٹ میں مزید یہ بھی بتایا گیا کہ دماغی صحت کے مسائل کی وجہ سے حکومت کو سالانہ تقریباً 13 بلین ڈالر کے اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ ایک ایسے ملک میں جس کی کل آبادی تقریباً صرف 5.5 ملین افراد پر مشتمل ہے، جولائی 2021 میں، نیشنل کرائسس ہیلپ لائن نے ایک ریکارڈ قائم کیا جب 28،000 سے زائد لوگوں نے صرف اسی ایک ماہ کے دوران مدد کے لئے کال پر درخواست کی۔ [Helsinkimissio](#) رضاکارانہ کام کی بنیاد پر ایک سماجی کام کی تنظیم ہے۔ یہ تنظیم 1883 میں قائم ہوئی تھی۔ اور تب سے ہی اس تنظیم کا مقصد اکیلے پن اور تنہائی کو کم کرنا رہا ہے۔ تاہم، 2020 میں مدد کی اپیلوں میں 30 فیصد اضافہ ہوا۔ Helsinkimissio سے رابطہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ، نوجوانوں اور بوڑھے افراد کے لئے ایک ہی تھی: یعنی تنہائی۔ تو آپ ان اعداد و شمار کا ادراک کیسے کریں گے؟ آسودگی کے غلط فہم کے علاوہ، دنیا کا سب سے آسودہ حال ملک کہ جس کے افراد تنہائیوں سے نبرد آزما ہیں اور وہ ملک ڈپریشن اور خودکشی کی شرح کے لحاظ سے دس 10 سرفہرست ممالک میں شامل ہے، ایسے ملک سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ مسلم معاشرے مسائل سے پاک ہیں؟ یقیناً نہیں؛ ہمیں مختلف نوعیت کے چیلنج درپیش ہیں، جن میں سے زیادہ تر معاشی طرز کے ہیں۔ تاہم، ہمارے معاشروں کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات فوری سامنے آئے گی کہ ہمارے مسائل مغرب کی جانب سے ہمارے وسائل کی تاریخی اور مسلسل جاری لوٹ مار کا نتیجہ ہیں۔ تاریخی طور پر یہ لوٹ مار، [برطانوی نو آبادیات](#) کے ذریعے ہوتی رہی تھی اور یہ لوٹ مار آج کے دن تک زیادہ مکار شکل میں جاری ہے: یعنی [ادارہ جاتی نو آبادیات](#)۔ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ بہت سے مغربی ممالک، آج جو بھی آسودگی کا مشاہدہ کر رہے ہیں چاہے وہ صحیح ہوں یا غلط، وہ عالمی نظام میں ترقی پذیر ممالک کے خلاف ہونے والی دھاندلی سے ان ممالک کی قیمت کے مرہونِ منت ہے۔ تاہم، اس موضوع کے لئے ایک اور مضمون درکار ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ ،آسودگی کا تصور انفرادی ہے اور یہ ثقافتی اقدار اور ذاتی توقعات سے متأثر ہوتا ہے۔ مغرب کی انفرادیت پسندی اور مادیت پسندی پر توجہ ،آسودگی کے بارے میں ایک غلط فہم کا باعث بن سکتی ہے۔اسلام آخرت میں ابدی خوشی پر زور دیتے ہوئے اور اپنی نفسانی یا جبلتی ضروریات کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق پورا کرتے ہوئے اللہ کی رضا حاصل کرتے ہوئے ایک مختلف نکتہ ٔ نظر پیش کرتا ہے۔آسودگی کا انڈیکس،جو اگرچہ غلطاں ہے،خود ساختہ رپورٹ کردہ اسکور کا ریکارڈ کرتا ہے جو کہ حقیقی آسودگی کو پیش نہیں کر سکتے۔ فن لینڈ کی مثال،جو کہ انڈیکس میں تو سرفہرست ہے لیکن ڈپریشن اور خودکشی کی بلند ترین شرح کا سامنا کر رہا ہے، محض دیگر اعشاریہ جات پر انحصار کرنے میں اپنی معذوری کو اُجاگر کرتی ہے۔ حقیقی راحت حقیقت کو قبول کرنے،اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معین کردہ حدود کا احترام کرنے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو کچھ مقرر کر دیا ہے اس پر راضی رہنے میں ہی ہے۔

فہرست

انسانی دودھ کے بینک کا تنازعہ: نبوت کے نقش قدم پر قائم خلافت انسانی مسائل کو صرف اسلامی شریعت سے حل کرتی ہے

مصعب عمیر، پاکستان

ڈیلی ٹائمز نے رپورٹ کیا کہ، "سندھ نے انسانی دودھ بینک کو معطل کر دیا، اس معاملے کو اسلامی نظریاتی کونسل کے حوالہ کر دیا... پاکستان کا پہلا انسانی دودھ بینک اس مہینے کے شروع میں سندھ انسٹی ٹیوٹ آف چائلڈ ہیلتھ اینڈ نیو نیٹولوجی (SICHN) نے قائم کیا تھا... یہ ادارہ یونیسیف کے تعاون سے قائم کیا گیا تھا، جسے 'زچہ کی صحت میں اہم سنگ میل' قرار دیا گیا..."۔ SICHN نے 21 جون کو ایک بیان میں کہا کہ، "دارالعلوم کراچی کی جانب سے 16 جون 2024 کو جاری کردہ ایک حالیہ نظر ثانی شدہ فتویٰ نے ہمیں انسانی دودھ کے بینک کے کام کو بند کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ تازہ ترین مذہبی رہنمائی کے مطابق ہے اور اسلامی فقہ کے ڈھانچے کے اندر کام کرنے کے لیے ہمارے جاری عزم کی عکاسی کرتا ہے"۔[1]

جیسا کہ پوری مسلم دنیا میں ہوتا ہے، ویسے ہی پاکستان کی سیکولر ریاست قرآن اور سنت نبوی ﷺ سے متصادم قوانین اور پالیسیاں بنانے کی مسلسل اجازت دیتی ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کے علم میں آتا ہے کہ ایک غیر شرعی کام ہو گیا ہے، پھر وہ اس کے خلاف احتجاج کرتے ہیں، یہاں تک کہ حکومت اس معاملے سے دستبردار نہ ہو جائے۔ یہ بھی اسی صورت میں ہی ہوتا ہے جب مسلمان شدید ردعمل ظاہر کرتے ہیں، سیکولر ریاست اپنی مجرمانہ خاموشی ترک کرتی ہے، اور مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے لیے علامتی اقدامات کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اس معاملے میں ریاست کی ناک کے نیچے استعماری ادارے یونیسیف نے انسانی دودھ کا بینک قائم کیا۔ جب مسلمانوں کو اس معاملے کا علم ہوا تو انہوں نے اس پر شدید ردعمل دیا، کیونکہ وہ اس بات سے واقف ہیں کہ مختلف ماؤں کے بچوں کو چند شرائط پورا کرتے ہوئے

اگر ایک ہی عورت کے ذریعہ دودھ پلایا جاتا ہے، توان بچوں کی ایک دوسرے سے شادی کرنا ممنوع ہو جاتا ہے کیونکہ وہ رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں۔

اسلام نے ہمیں جو احکام دیے ہیں ان میں ہمارے مسائل کے حل کے بہت سے حلال طریقے موجود ہیں۔ ہم یتیموں کا ایک رجسٹر، اور اُن خواتین کا ایک رجسٹر بنا سکتے ہیں جو اپنا دودھ پلانے کے لیے تیار ہیں۔ پھر ہم ان کے درمیان رابطے کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ اس طرح دودھ پلانے والی ماں بچے کو جان جاتی ہے۔ اس طرح مستقبل میں شادی کا تعین کیا جا سکتا ہے، اور رضاعت کے رشتے میں منسلک بچوں کی شادی سے گریز کیا جا سکتا ہے۔ یہ کام مقامی سطح پر ماہرین اطفال اور نرسوں کے ذریعے صحت کی دیکھ بھال کرنے والے دیگر کارکنوں کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہم انسانوں کو ذہانت سے نوازا ہے، لیکن انسانی ذہانت کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم اور حکمت سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔

سیکولر ریاست کے برعکس، اگر آج خلافت راشدہ موجود ہوتی تو وہ کبھی بھی انسانی دودھ کے بینک کے قیام کی اجازت نہیں دیتی جس میں الگ الگ شناخت کے ساتھ علیحدہ برتنوں میں الگ الگ ماؤں کا دودھ رکھنے کے بجائے کئی ماؤں کے عطیہ کردہ دودھ کو ایک برتن میں ملا دیا جاتا ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ انسانی دودھ کے بینک کا موجودہ ماڈل، یا لیکٹیریم (lactarium)، گمنام عطیہ دہندگان پر انحصار کرتا ہے، جس میں دودھ کے عطیات کو ایک جگہ ملا دیا جاتا ہے۔ خلافت الہامی نصوص کی بنیاد پر صحابہؓ اور کلاسیکی علمائے کرام کے اقوال کو مدنظر رکھتے ہوئے طبّی تجاویز کا جائزہ لیتی ہے، اور سب سے مضبوط رائے کو اختیار کرتی ہے۔

وہ دودھ پلانا جس سے نکاح کی حرمت قائم ہوتی ہے، وہ ہے جو معدے کو بھر دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،

لَا يُحَرِّمُ مِنْ اَلرَّضَاعَةِ إِلَّا مَا فَتَقَ اَلْأَمْعَاءَ, وَكَانَ قَبْلَ اَلْفِطَامِ "وہ دودھ پلانا جو نکاح کو حرام کرتا ہے، وہ ہے جو آنتوں تک پہنچ جائے اور دودھ چھڑانے سے پہلے (دو سال کے عمر سے پہلے) لیا جائے۔" (ترمذی)۔

دودھ پلانا وہ ہے جو کہ پیدائش کے دو ہجری سال کے اندر، دودھ چھڑانے سے پہلے پلایا جائے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے

فرمایا، حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ "اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔" (البقرۃ، 2:233)۔

اماں عائشہؓ نے فرمایا، كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنْ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ "قرآن مجید کی جو باتیں نازل ہوئیں ان میں یہ بھی تھی کہ رضاعت کی دس یقینی صورتیں ایک شخص کو محرم بناتی ہیں، پھر اسے منسوخ کر دیا گیا اور اس کی جگہ پانچ یقینی دودھ پلانے (کے مواقع) سے تبدیل کر دیا گیا۔ (یعنی پانچ بار دودھ پلایا گیا ہو)" (مسلم)۔

ابن قدامہؒ نے کہا، الرضاع الذي لا يشك في تحريمه، أن يكون خمس رضعات فصاعدا "دودھ پلانے کی (تعداد) جس کے متعلق کوئی شک نہیں کہ اس سے محرم کا رشتہ قائم ہوتا ہے پانچ یا اس سے زیادہ ہیں۔"

النووی نے کہا، اخْتَلَفَ الْعُلَمَاء فِي الْقَدْر الَّذِي يَثْبُت بِهِ حُكْم الرَّضَاع , فَقَالَتْ عَائِشَة وَالشَّافِعِيّ وَأَصْحَابه : لا يَثْبُت بِأَقَلّ مِنْ خَمْس رَضَعَات "دودھ پلانے کی تعداد کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے جن پر رضاعت کا حکم لاگو ہوتا ہے۔ عائشہ اور شافعی اور ان کے اصحاب نے کہا کہ پانچ سے کم تعداد کی کوئی دلیل نہیں ہے۔"

النووی نے مزید کہا، وَقَالَ جُمْهُور الْعُلَمَاء يَثْبُت بِرَضْعَةٍ وَاحِدَة . حَكَاهُ اِبْن الْمُنْذِر عَنْ عَلِيّ وَابْن مَسْعُود وَابْن عُمَر وَابْن عَبَّاس وَعَطَاء وَطَاوُسٍ وَابْن الْمُسَيِّب وَالْحَسَن وَمَكْحُول وَالزُّهْرِيّ وَقَتَادَة وَالْحَكَم وَحَمَّاد وَمَالِك وَالْأَوْزَاعِيّ وَالثَّوْرِيّ وَأَبِي حَنِيفَة رَضِيَ اللَّه عَنْهُمْ "جمہور علماء کا کہنا ہے کہ اگر ایک بار دودھ پلایا جائے تو اس (رضاعت) کا حکم لاگو ہو جاتا ہے۔ اسے ابن المنذر نے علی، ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، عطاء، طاووس، ابن المصیب، الحسن، مخول، الزہری، قتادہ، حماد، مالک، الاوزاعی، الثوری اور ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے- اللہ ان سے راضی ہو۔"

چنانچہ خلافت راشدہ میں خلیفہ شواہد کا مطالعہ کرے گا اور آراء پر غور کرے گا۔ اس کے بعد وہ اپنے خیال میں مضبوط ترین رائے کو اختیار کرے گا اور اس کی رائے کی پیروی کرنا مسلمانوں پر لازم ہو جائے گی۔ اگر وہ (خلیفہ) کوئی شرعی حکم اختیار کرتا ہے تو صرف یہی حکم شرعی حکم بن جاتا ہے جس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ ایک ایسا قانون بن جاتا ہے جس کی ہر شہری کو کھلے اور نجی طور پر اطاعت کرنی چاہیے۔

خلیفہ کی جانب سے ایک مسئلے کے حوالے سے موجود مختلف آراء میں ایک رائے کو اختیار کرنا، اس کا اختیار ہے اور اس کی دلیل صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ماخوذ ہے۔ خلیفہ مخصوص شرعی احکام کو اختیار کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔ خلیفہ کے اختیار کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہے اور اس کی دلیل بھی اجماع صحابہؓ ہے۔ ایک مسلمان کو کسی بھی حکم پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے، سوائے اس کے جو خلیفہ نے احکام کے معاملے میں اختیار کیا ہو، چاہے یہ احکام شرعی احکام ہی کیوں نہ ہوں جو مجتہدین (علمائے اسلام) میں سے ایک نے اختیار کیا ہو۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حکم جو تمام مسلمانوں پر واجب ہوتا ہے وہی ہے جسے خلیفہ نے اختیار کیا ہوتا ہے۔ خلفائے راشدین اسی طرح آگے بڑھے۔ انہوں نے بہت سے مخصوص احکام کو اپنایا اور ان پر عمل درآمد کا حکم دیا۔

اسلامی قانون سازی کا کوئی بھی عمل سیکولر ریاست میں نہیں ہوتا، کیونکہ سیکولر ریاست میں دین اسلام سے قطع نظر، فیصلہ اکثریت کی رائے سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم عظیم حکمت والے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکام کے تحت پرسکون زندگی گزارنے کے بجائے انسانوں کی نام نہاد حکمت کے تحت بننے والے قوانین سے پیدا ہونے والی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ "عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"** (البقرۃ، 2:216)۔ لہٰذا جو مسلمان دین اسلام کے تحت زندگی گزارنا چاہتے ہیں، انہیں نبوت کے نقش قدم پر خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے کام کرنا چاہیے۔

فہرست

انصار کے سردار، سعد بن معاذؓ... آج امت کا سعد کون ہے؟!

بلال المہاجر، پاکستان

اسلامی تاریخ کی عظیم ہستیوں کا تذکرہ، کسی افسانوی تاریخی "ہیرو" کے ذکر کی طرح نہیں۔ عظیم مسلم ہیروز اور تاریخی "ہیروز" میں فرق یہ ہے کہ مسلم ہیروز کا مطالعہ اسلئے کیا جاتا ہے تاکہ ان کی مثال کو مشعل راہ بنایا جاسکے۔ ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں، اور ان کی جرات و بہادری ہمارے لئے قابل تقلید مثال بن جاتی ہے۔ تاہم یاد رہے کہ ہم مسلم ہیروز کو محض اسلئے نہیں سراہتے کہ وہ اپنی ذات میں خود سے "لیجنڈ" تھے۔ اس کے بجائے، انہوں نے یہ کارنامے اسلئے سرانجام دیئے کیونکہ وہ اسلام پر بطور عقیدہ اور شریعت کے ایمان لائے تھے اور انہوں نے ان احکامات کو انتہائی کامل اور درست انداز میں لاگو کیا، یوں انہوں نے خود کو ممتاز کیا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو عزم، ہمت اور حوصلے کے پہاڑ کی مانند دین پر ڈٹ گئے، یہاں تک الہامی نصوص (قرآن وسنت) نے ان کی تعریف کی ہے۔ ان ہیروز میں ایک معزز صحابی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں جو انصار کے سردار ہیں۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾ **«جن لوگوں نے ایمان لانے میں سبقت کی، مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی، اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اور اللہ نے ان کے لیے باغات تیار کئے ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ سب سے بڑی کامیابی ہے»** (سورہ توبہ، 9:100)

یہ معزز صحابی ایک عظیم کام کے لیے اس تعریف اور اس درجہ کے مستحق تھے۔ یہ بہت بڑا کام تھا جس سے قریش، عرب اور دوسرے سرداروں نے انکار کر دیا تھا۔ یہ اسلام اور اس کے رسول ﷺ کو نصرۃ دینے کا عظیم عمل ہے۔ لہٰذا اہل قوت کو آج یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلامی ریاست تبھی قائم ہوئی تھی، جب سعد نے محمد ﷺ کو نصرۃ دی

تھی۔ انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ آج جو شخص اسلام کو قائم کرے گا اس کی حیثیت اس شخص کی ہو گی جس نے رسول اللہ ﷺ کو **نصرۃ** دی تھی۔ ان کا درجہ، ان شاء اللہ، سعد بن معاذ کے درجے جیسا ہو گا، جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اَهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ "سعد بن معاذ کی وفات پر اللہ کا عرش لرز گیا۔"** (بخاری و مسلم)۔ ذہبی (رح) نے کہا، **هذا متواتر أشهد بأن رسول الله ﷺ "یہ متواتر روایت ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ضرور فرمایا تھا۔"** [العلو للعلي الغفار]۔ امام الذہبی نے اسے اپنی کتاب الفوائد میں ابو سعید الخدری سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿**اَهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، مِنْ فَرَبَّرَ عَزَّ وَجَلَّ**﴾ **"سعد بن معاذ کی وفات پر عرش، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشی سے لرز اٹھا، اللہ کی شان و عظمت بلند ہو۔"** عبد اللہ بن الامام احمد کی السنۃ میں ہے، ﴿**عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَقَدِ اهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمَنِ جَلَّ وَعَزَّ بِجِنَازَةِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَفَسَّرَهُ الْحَسَنُ فَرَحًا بروحه**﴾ **روایت ہے کہ الحسن نے فرمایا، رحمٰن کا عرش سعد کے جنازے پر لرز اٹھا۔ الحسن نے اس کی تشریح سعد بن معاذ کی روح کے آنے کی خوشی سے کی ہے۔"**

ہر مسلم کمانڈر کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ سعد بن معاذ کے بارے میں پڑھے اور اس پر غور کرے۔ یہ سعد ہی تھے جنہوں نے بدر یعنی الفرقان کے دن کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: ﴿**لقد آمنا بك وصدقناك... وشهدنا أن ما جئت به هو الحق، وأعطيناك على ذلك عهودنا ومواثيقنا على السمع والطاعة لك، فامض يا رسول الله لما أردت فنحن معك، فوالذي بعثك بالحق لو استعرضت بنا البحر فخضته لخضناه معك ما تخلف منا رجل واحد، وما نكره أن تلقى بنا عدونا غدابر، إنا نكره عن تلقى الله يريك منا ما تقر له عينك، فسر على بركة الله**﴾ **"ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ پر بھروسہ کیا... اور گواہی دیتے ہیں کہ آپ جو لائے ہیں وہ حق ہے، اور اس پر ہم نے آپ کی بات سننے اور آپ کی اطاعت کرنے کی بیعت کی ہے۔ اس لیے آپ کی جو مرضی ہو فیصلہ کریں، اور ہم آپ کے ساتھ ہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ اتارا ہے، اگر آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم بھی دیں گے، تو ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہچکچائے گا۔ ہم کل دشمن کا مقابلہ کرنے سے ہرگز**

نہیں گھبراتے، ہم اس لڑائی میں ثابت قدم رہیں گے، اور ہو سکتا ہے کہ اللہ آپ پر وہ چیز ظاہر کرے جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشے، آئیں کہ ہم آگے بڑھیں اور اللہ کی مدد و نصرت پر بھروسہ کریں۔" یہ ہے وہ موقف، جس کا ادراک مسلم افواج کے افسروں اور کمانڈروں میں موجود اہل قوت و طاقت کو کرنا چاہیئے۔ یہ حقیقی مردوں کا وہ موقف ہے جو امت کی تقدیر کا فیصلہ کرتے وقت ہمارے سامنے ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنی زندگی سعد کی طرح اللہ کی اطاعت میں گزاریں۔ درحقیقت سعد نے دنیا کی زندگی کو درست طور پر جان لیا تھا۔ اسلئے انھوں نے اللہ کے دین کو روئے زمین پر قائم کرنے کے لیے اسلام اور رسول اللہ ﷺ کو نصرۃ دینے کا فرض پورا کیا۔ اس کی موت جنت کے باغوں سے بیاہنے والے دولہا کی طرح تھی۔ یہ وہ سعد تھے جن کے بارے میں لوگوں نے ﷺ سے کہا: ﴿ما حملنا يا رسول الله ميتاً أخفَّ علينا منه﴾ "ہم نے اس سے ہلکی میت پہلے کبھی نہیں اٹھائی۔" اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ما يمنعه أن يخفَّ وقد هبط من الملائكة كذا وكذا لم يهبطوا قط قبل يومه قد حملها معكم﴾ "یہ کسی اور وجہ سے نہیں تھا بلکہ یہ فلاں اور فلاں تعداد میں فرشتے تھے جو نازل ہوئے تھے اور اسے اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ فرشتے اس سے پہلے کبھی نہیں اترے۔" [طبقات میں اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے۔]

سعد ایسے تھے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا ﴿من هذا العبد الصالح الذي مات؟ فتحت له أبواب السماء وتحرك له العرش﴾ "یہ نیک روح کون سی تھی جو انتقال کر گئی؟ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھل گئے اور تخت ہل گیا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اس نیک بندے کیلئے آسمانوں کے دروازے کھل گئے، تخت ہل گیا، اس کے لیے ستر ہزار فرشتے اترے، جنہوں نے اسے دفن کیا اور رخصت ہو گئے۔" [اسے حاکم نے روایت کیا ہے اور ذہبی نے اس کی تصدیق کی ہے۔ امام احمد نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

درحقیقت یہ درجہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس شخص کے لیے تیار کیا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو نصرۃ دی، جب آپ ﷺ نے اسلامی ریاست قائم کی۔ یہ وہی درجہ ہے یا شاید، اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے، اس شخص کیلئے اس سے بھی زیادہ ہو، جو اس دور میں ریاست قائم کرنے کیلئے نصرۃ دے۔ کیونکہ یہ وہ وقت ہے جب اسلام زندگیوں

سے مفقود ہو چکا ہے، کفر واستبداد کی قوتیں مسلمانوں پر حاوی ہیں، دشمن ان کے خلاف اکٹھے ہو رہے ہیں اور تمام ترتیب، اتحاد اور نظام یکجا ہو کر مسلمانوں پر وار کر رہے ہیں۔ پس اہل قوت وطاقت میں سے کامیاب وہ ہے جو اس موقع سے فائدہ اٹھائے، وہ موقع جو چودہ صدیوں میں صرف دو بار سامنے آیا ہے۔ پہلی بار اس موقع سے فائدہ اٹھانے والی ذات ہمارے سردار سعد بن معاذ کی تھی، جو کامیاب رہے، دوسری بار اس کامیابی کو سمیٹنے کی سعادت کون حاصل کرے گا؟ جہاں تک اہل قوت وطاقت میں محروم افراد کا تعلق ہے، تو یہ وہ ہیں جو اپنی آخرت کو اپنی دنیا کے بدلے یا اپنی آخرت کسی اور کی دنیا کے بدلے بیچتا ہے۔ لہٰذا، وہ صرف تمغوں، عہدوں اور مسلم فوج میں اعلیٰ پوزیشن کی دوڑ دھوپ میں لگا ہوا ہے۔ اس کی کوشش اسلام اور مسلمانوں کے دفاع اور تمام انسانیت کے رب کے شرعی قانون کے نفاذ کیلئے نہیں۔ اس کے بجائے، وہ دنیا کی لذتوں میں ممکنہ حد تک بڑا حصہ حاصل کرنے میں مگن ہے، ایک عارضی فانی لذت کے لیے۔ وہ اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ اگر وہ دین کے لیے **نصرۃ** دینے میں ناکام رہتا ہے تو نہ تمغے اور نہ درجات اللہ کے غضب کو روک سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور چیز اسے جہنم کی آگ سے بچا سکتی ہے۔

طاقت اور صلاحیت رکھنے والے افسر کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سعد بن معاذ بھی ہماری ہی طرح کے انسان تھے۔ اس میں بھی وہی انسانی جبلتیں تھیں جو ہمارے پاس ہیں۔ ان کے پاس ملکیت، افزائش اور بقاء کے وہی فطری محرکات تھے، جن کا اظہار دولت، حیثیت، اولاد اور عورتوں کی محبت سے ہوتا ہے، تاہم، چونکہ اس کا عقیدہ خالص اور سوچ واضح تھی، اس لیے اسے یقین تھا کہ دنیا کی لذت وقتی لذت ہے۔ انھیں یہ بالکل واضح تھا کہ آخرت کے مزے دائمی اور بلا روک ٹوک ہیں، اور یہی اصل لُطف ہے۔ اہل قوت کو آج یہ سمجھ لینا چاہیے کہ صحابی سعد ہماری تاریخ کی کامیابیوں کا حصہ ہیں، ناکامیوں کا نہیں جس سے ہمیں اجتناب کرنا ہو۔ سعد کی طرح وہ بھی یہ عظیم نیکی کا کام کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی **نصرۃ** سعد کی **نصرۃ** کی طرح ہی ہے۔ اور جو خطاب اللہ کا سعد کیلئے ہے وہ ان پر بھی لاگو ہوگا۔

عاصم بن قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوئے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک فرشتہ آیا، یا جبرائیل علیہ السلام نے کہا، جب آپ بیدار ہوئے، تو فرمایا ﴿ **من رجل من أمتك مات الليلة، استبشر بموته أهل السماء** ﴾ **"آپ کی امت میں سے کون ایسا شخص ہے جو آج رات فوت ہوا، جس کے**

حیات بعد الموت میں داخل ہونے پر اہل جنت خوشی سے جھوم اٹھے؟ فرمایا ﴿لا أعلم إلا أن سعداً أمسى دنفاً (مريضاً)، ما فعل سعد؟﴾ "مجھے نہیں معلوم سوائے اس کے کہ سعد کو بیماری لاحق تھی، سعد نے کیا کیا؟" انہوں نے کہا ﴿يا رسول الله، قد قبض، وجاءه قومه فاحتملوه إلى ديارهم﴾ "اے اللہ کے رسول ﷺ، ان کی روح قبض کرلی گئی ہے۔ اس کے لوگ اس کے پاس آئے تو وہ اسے اپنے گھر لے گئے۔" رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی اور لوگوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ لوگ تیزی سے چلتے رہے، یہاں تک کہ ان کی جوتیوں کے سرے ان کے پیروں سے جدا ہوگئے اور ان کی چادریں کندھوں سے گر گئیں۔ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے کہا، یارسول اللہ ﷺ لوگ تھک گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إني أخشى أن تسبقنا إليه الملائكة كما سبقتنا إلى حنظلة﴾ "مجھے ڈر ہے کہ فرشتے ہم سے اُس طرح آگے نکل جائیں گے جس طرح وہ حنظلہ (وہ صحابی جن کو فرشتوں نے موت کے بعد غسل دیا تھا۔ غسل الملائکہ) کیلئے آگے نکل گئے تھے۔ آپ دہرا رہے تھے، ﴿هنيأ لك أبو عمر! هنيئاً لك أبو عمر! هنيئاً لك أبو عمر﴾ "مبارک ہو ابو عمر! آپ کو مبارک ہو ابو عمر! ابو عمر آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔"

اے مسلم افواج میں موجود اہل قوت! یہ وہ دن ہے جب عزم بیدار ہونے کا وقت ہے، یہ بہادری کی داستان لکھنے کا وقت ہے۔ یہ وہ دن ہے جب آپ اس دین کو **نصرۃ** دینے کی راہ میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔ تو اپنا موقع ضائع نہ کریں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کا جواب اپنے مصمم اعلان کے ساتھ دیں، "ہم حاضر ہیں، اے اللہ، تیرے حکم کی تعمیل میں ہم حاضر ہیں"۔ آج امت اسلامیہ آپ سے فریاد کر رہی ہے تو آپ یہ کہہ کر جواب دیں کہ "ہم آپ کیلئے یقین دہانی، اور آپ کی راحت ہیں۔" آج حزب التحریر آپ کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہے تاکہ آپ ان کے ساتھ فرض کی تکمیل یہ کہہ کر کریں کہ "ہم آپ کے سعد ہیں، حزب التحریر، ہم آپ کے سعد ہیں۔" جو آپ کو اللہ عزوجل کے حکم کی طرف بلائے اس کا جواب دو... کیا تم دونوں سعد، سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ، اسعد اور اسید کے راستے پر نہیں چلنا چاہتے؟! کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ کا مقام ان کے مقام جیسا ہو، اور ان کے مقام تک اوپر اٹھ کر اپنے لیے ان کی طرح ایک ابدی لذت حاصل کریں؟!

اے مسلم افواج کے افسروں میں موجود اہل قوت! انصار کے سردار سعد بن معاذ کے موقف نے مسلمانوں کے دل خوشی سے بھر دیے۔ اس کا نام نہیں لیا جاتا، سوائے اس کے کہ زبانیں اس کے لیے دعائیں دے کر راحت محسوس کریں۔ جو بھی یہ سنتا ہے کہ رحمٰن کا تخت ان کی موت پر لرز گیا، اس کی آنکھیں خوشی سے چھلک پڑتی ہیں، اور ہر کوئی اس اعزاز کی تڑپ رکھتا ہے۔ کیا اپنے رب کی طرف لوٹنے کا اس سے بڑھ کر بھی کوئی عظیم راستہ ہے؟! انسانوں کی عظمت ان کے موقف کے اخلاص، ان کے مقاصد کی بلندی اور آزمائش کی صورت میں ان کے صبر کرنے میں مضمر ہے۔ انسانوں کی عظمت ان کے موقف کی سچائی میں ہے خواہ حالات جیسے بھی ہوں، وہ اپنے مقصد کے حصول میں کوئی کسر نہ چھوڑیں، چاہے کتنے ہی بڑے چیلنجز کیوں نہ ہوں... آپ اس دور میں زندہ ہیں جب وہ پکار پھر اٹھ کھڑی ہوئی ہے جو مہاجرین نے انصار کو بلند کی تھی۔ تو آج ہمارے انصار بن جائیں۔ اپنے دین کی شان کے لیے اٹھو۔ اس امت کی شان کے لیے آگے بڑھو!

ہم سب جانتے ہیں، جیسا کہ آپ خود بھی جانتے ہیں، تمہارا حقیقی مقام میدان جنگ میں ہے۔ تو کہاں ہیں وہ جاہ و جلال کے میدان، جو ان حکمرانوں نے تمہارے لیے کھولے ہیں؟! کہاں ہیں عزت و وقار کی وہ جنگیں، جو انہوں نے تمہارے ساتھ مل کر لڑی ہیں؟ کہاں ہیں بہادروں کی وہ لڑائیاں، جن میں تیرے نام اور نیکیاں محفوظ ہیں؟! وہ لڑائیاں کہاں ہیں جن کے لیے آپ مشہور ہیں، اور جن سے آپ واقف ہیں؟ ہم جانتے ہیں، اور جیسا کہ آپ کو بھی خوب علم ہے کہ آپ محض ملازم نہیں ہیں۔ آپ کا مقصد مستحکم اور محفوظ زندگی کا حصول نہیں۔ آپ اقتدار کے دروازے کی کنجی اور اختیارات کا دروازہ ہیں۔ آپ اس دین کے دشمنوں سے جہاد کے لیے امت کا پلیٹ فارم ہیں۔ امت آپ میں موسیٰ بن نصیر، عقبہ بن نافع، محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد جیسے لوگوں کو دیکھنا چاہتی ہے۔

اے اہل نصرہ تم جانتے ہو کہ یہ حکمران اپنے باطل کے ساتھ غلبہ چاہتے ہیں اور اپنے ظلم پر قائم رہنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ کھڑے ہوں اور ان کے باطل کی حفاظت کریں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آپ ان لوگوں سے اختیار چھین لیں۔ اللہ عزوجل چاہتا ہے کہ آپ حکومت دعوت والوں کے سپرد کریں، تاکہ نبوت کے طریقے پر دوسری خلافت راشدہ قائم ہو، تاکہ وہ اللہ عزوجل کے نازل کردہ تمام احکام کے مطابق حکومت کریں۔ یہ

حکمران جانتے ہیں کہ تم میں ایسے مخلص لوگ ہیں، جو اپنے دین پر فخر کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تم میں سے وہ لوگ ہیں جو ان کے شرمناک سودے بازیوں اور معاہدوں کی وجہ سے ان سے ناراض ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تم میں سے وہ لوگ ہیں جو دشمن کے ہاتھوں امت کی صورتحال سے مضطرب ہیں اور وہ امت کی تکلیف کو محسوس کرتے ہیں اور ان کے جذبات میں ان کے شریک ہیں۔

اسلئے، وہ آپ کو دھمکاتے ہیں، آپ کو کلیدی عہدوں سے دور کرتے ہیں، آپ کی کڑی نگرانی کرتے ہیں، آپ کو روکتے ہیں، آپ کی پوسٹس تبدیل کرتے ہیں اور آپ سے تفتیش کرتے ہیں۔ وہ شیطانی مجرمانہ ذہنیت والے افسروں کو پروموٹ کرتے ہیں، جب کہ شریف، راست باز افسروں کی ترقی میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ وہ یہ سب اسلئے کرتے ہیں تاکہ آپ تبدیلی لانے سے عاجز ہو جائیں، جب کہ اللہ عزوجل چاہتا ہے کہ آپ ان حکمرانوں کو دبوچ لیں، ان کی کمر پر ضرب لگائیں، انھیں جڑ سے اکھاڑ دیں، اور امت کو ان کی برائیوں سے نجات دلائیں۔ اللہ عزوجل چاہتا ہے کہ آپ مجرم حکمرانوں پر غالب، مسلمانوں پر مہربان اور اس دین کے محافظ بن جائیں۔ یہ ہچکچاہٹ کا وقت نہیں ہے۔ یہ تاخیر کا وقت نہیں ہے۔ یہ امت کے لیے انصاف اور دین کے لیے نصرت کا وقت ہے۔ اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو برائی کے معاملات پر ترجیح نہ دی تو تمہارے دین اور تمہاری امت کے لیے مشکل حالات جاری رہیں گے۔ اور آپ کی غفلت کی وجہ سے معاملات آخرت میں آپ کے خلاف ہو جائیں گے۔

اگر آج سعد زندہ ہوتے تو وہ اس بات کو قبول کرتے، جو یہودی فلسطین میں مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہیں؟ یا امریکہ نے عراق اور افغانستان میں کیا، یا اس کے علاوہ ہر جگہ مسلمانوں کے خلاف جو صلیبی دشمنی کی گئی؟ یا روسیوں نے چیچنیا اور شام میں، ہندوستان نے کشمیر میں اور چین نے مشرقی ترکستان میں کیا؟! تو سعد کی اولاد یہ سب کیسے قبول کر سکتی ہے؟ ہم تم میں سے اہل قوت میں سے ان مجرموں کی طرف رجوع نہیں کرتے جو حکمرانوں کی طرح ہیں۔ ہم آپ میں سے مخلص لوگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہمیں **نصرة** نہیں چاہیے سوائے آپ جیسے لوگوں سے۔ اس لیے جواب نہ دینے کے لیے آپ کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ خاموش رہنے اور بیٹھے رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ اگر آپ ہمارے دین کو **نصرة** دینے میں پہل نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟

آج کے حکمرانوں کو بدلنااور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ تمام احکام کے مطابق حکومت قائم کرنا، دین کے تمام فرائض میں سرفہرست ہے۔ یہ مادی تبدیلی سب سے پہلے اہلِ قوت کے کندھوں پر آتی ہے۔ تمہارے لیے راہیں ہموار کردی گئی ہیں کیونکہ امت حکمرانوں کو بدلنے کا مطالبہ کررہی ہے۔ تمہارے لیے یوں راستے ہموار کردیئے گئے ہیں کہ حکمران عوام کے انتقام سے ڈر رہے ہیں ۔ تمہارے لئے راستے ایسے ہموار کر دیے گئے ہیں کہ امریکی اور یورپی قابضین کی تلوار مجاہدین سے مقابلوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہے، جب کہ یہودی کمانڈروں نے آج کے صلاح الدین کے ظہور کاخوف ظاہر کرناشروع کردیاہے۔

راستے ہموار ہوچکے ہیں اور وہ ان لوگوں کا انتظار کررہے ہیں جو حق پر ڈٹ جانے والے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی **نصرۃ** دیں۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے طریقے پر دوسری خلافت کی بشارت آپ کے لیے منتظر ہے۔ آج کے انصار بنو، جو اس ریاست کی واپسی کیلیئے **نصرۃ** دیں۔ آج اس امت کے سعد بن جاؤ۔ سعد تمہارے درمیان موجود ہے، اسے آگے آنے دو۔ امت اس سعد کو آپ کے درمیان دیکھنے کی آرزومند ہے۔ اسے اس سعد کا انتظار ہے جو حق کے مطابق ان جابروں سے اختیار چھین لے، اور اسے مقدس امانت کے طور پر دعوت کے مخلص لوگوں کے حوالے کرے، تاکہ نبوت کے طریقے پر دوسری خلافت راشدہ قائم ہو، جو حق کے ساتھ حکومت کرے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **﴿مَن كَانَ يَظُنُّ أَن لَّن يَنصُرَهُ ٱللَّهُ فِي ٱلدُّنْيَا وَٱلْأَخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى ٱلسَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُۥ مَا يَغِيظُ﴾ "جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ خدا اس کی دنیا اور آخرت میں مدد نہیں کرے گا، تو اس کو چاہیئے کہ چھت سے ایک رسی باندھے، پھر اس سے اپنا گلا گھونٹ لے۔ پھر دیکھے کہ آیا یہ تدبیر اس کے غصے کو دور کردیتی ہے۔"** (سورہ الحج، 22:15)

فہرست

ایک خوبصورت سَراب

ہم ایک لالچ کی دُنیا میں رہتے ہیں۔ جیسے ہی ہم اپنے گھر سے نکلتے ہیں اور اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہیں تو یہ خیال آنے لگتا ہے کہ گاڑی میں جگہ کی کچھ کمی سی ہے، گاڑی کو تھوڑا سا بڑا ہونا چاہیئے یا یہ کہ ایک بالکل نئی گاڑی ہونی چاہیئے۔ اپنے ہمسایوں کے گھر کے پاس سے گزرتے ہوئے یہ خیال آسکتا ہے "ان کا پورچ کتنا خوبصورت ہے، ... ہمیں بھی ایسا ہی بنوانا چاہیئے"۔ دفتر کی طرف جاتے ہوئے ہمیں یہ خیال آسکتے ہیں کہ "اگر میں واقعی مقابلے کی دوڑ میں رہنا چاہتا ہوں تو مجھے یقیناً اس جگہ سے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے"۔ اور پھر مزید اور خیال ...

"میرے بچوں کے بالوں کا سٹائل بدلوانے اور اُن کے نئے کپڑوں کی ضرورت ہے"، "مجھے اپنے بچوں کے Xbox کے لئے نئی گیم لینی چاہیئے"، "ہم سب کو فیملی کے ساتھ کہیں چھٹیاں منانے جانا چاہیئے بلکہ مجھے سمندر کنارے یا اس جیسی کسی پوش جگہ پر ایک نیا گھر لینا چاہیئے"۔

اس بات کا ہمیشہ یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم دوسروں سے حسد کرتے ہیں لیکن انسان ہونے کے ناطے جیسے ہماری تخلیق کی گئی ہے، ہمیں اکثر مادی اشیاء کی چاہ ہوتی ہے اور ہم ان کی خواہش کرتے ہیں۔ ایسا ہونا ہمیں کوئی بُرا آدمی یا بُرا مسلمان نہیں بنا دیتا۔

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ... آخر کب ہم ان خواہشات میں انتہائی دُور تک نکل جاتے ہیں؟ اور کب ہم دانستہ طور پر باڑھ کے دوسری جانب دیکھنا شروع کر دیتے ہیں، جہاں دوسری طرف کا سماں زیادہ ہرا ابھرا نظر آرہا ہوتا ہے؟ آخر یہ کب ہوتا ہے کہ ہماری جبلّتیں اور خواہشات ہماری زندگی کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں اور ہم صرف مادی چیزوں کو ہی دیکھنا شروع کر دیتے ہیں یا پھر اُن چیزوں کو جو ہمارے پاس نہیں ہوتیں؟ ہم آخر کب ایک لکیر کھینچتے ہیں؟ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ کبھی کبھی ہم ان خواہشات میں ہی قید سے ہو جاتے ہیں؟

ہم فطری طور پر انسان ہیں۔ ہماری کچھ جبلتیں ہیں۔ ہم کچھ خواہشات و آرزوئیں رکھتے ہیں جنہیں بحیثیتِ انسان پُورا ہونے کی ضرورت ہے۔ ہمیں بھُوک بھی لگتی ہے ...اور ہمیں معلوم ہے کہ ہمیں کھانے کی ضرورت ہے۔ اور یقیناً یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس کے لئے ہمیں اپنے آپ کو قصوروار سمجھنا چاہئے۔ جس طرح ہمیں کھانے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح بحیثیتِ انسان ہم ایک آرام دہ گھر اور عُمدہ لباس بھی پہننا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ". قَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً. قَالَ " إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ »

"جس شخص کے قلب میں رائی برابر بھی تکبر ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص جو اچھے لباس اور جوتوں کے پہننے کو پسند کرتا ہے تو کیا وہ بھی تکبر کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر حق کو رد کرنا اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنا ہے" (مسلم)۔

غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ تمناؤں اور آرزوؤں کی اس دنیا میں ہم مختلف چیزوں کی چاہت میں لگے رہتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو حاصل کریں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم جستجو کریں، آگے بڑھیں اور ان چیزوں سے فائدہ اُٹھائیں جو کہ اللہ نے تخلیق کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴾

"اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم کر دیا تو اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اُس کا دیا ہوا رزق کھاؤ۔ اور تم کو اُسی کے پاس (قبروں سے) نکل کر جانا ہے" (الملک: 15)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں یہ حکم دیتے ہیں کہ ہم اس زمین سے فائدہ اُٹھائیں جو کہ انہوں نے ہمارے لئے ہی تخلیق کی ہے اور اللہ کے ہی عطا کردہ رزق میں سے کھائیں اور اُسی کی طرف ہی ہمیں لوٹ کر جی اٹھنا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں یہ یاد دہانی کراتے ہیں کہ یہ سب اُسی ذات کا ہی دیا ہوا ہے اور اُسی کی طرف ہمیں واپس جانا ہے اور یہ یاد دہانی بھی کہ کائنات کے سب حُسن و جمال کا وہی خالق ہے لیکن کہیں ہم صرف اسی دُنیا میں ہی کھو کر نہ رہ جائیں اور راہِ حق سے یعنی اللہ کے دین کی دعوت سے ہٹ کر کہیں بھٹک نہ جائیں، یہ نہ بھُول جائیں کہ ہم اس دُنیا میں کیوں لائے گئے ہیں، ان چیزوں کی لالچ اور فتنوں میں نہ پڑ جائیں جو اللہ نے حرام کر دی ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ ہمارے لئے اصل راحت و سکون کہاں ہے۔

اس کائنات پر نگاہ دوڑائیں تو ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تخلیق اور اس کی طرف سے یاد دہانی کی لاتعداد نشانیاں ملتی ہیں اور اس کائنات سے بھی بہت بہتر نعمتیں ابھی آگے ہیں۔

غور کریں، جنگلات میں خطرناک جانور اور خونخوار درندے بھی پائے جاتے ہیں پھر بھی جنگلات میں کتنی خوبصورتی اور دلکشی ہوتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سمندر کی لہریں ہمیں لمحوں میں غرق کر سکتی ہیں پھر بھی ہم ان کے سحر میں ڈوب جاتے ہیں۔ یہی اس دنیا کی حقیقت ہے۔ یہ ایک طرح سے یاد دہانی ہے کہ دُنیا کی یہ خوبصورتی اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو ان شاءاللہ آنے والی زندگی یعنی آخرت میں ہماری منتظر ہے۔ دنیا کی زندگی کو اس انداز سے دیکھیں تو ہمیں اس دُنیا میں حقیقی اطمینان اور خوشی ملے گی کیونکہ پھر ہم چاہے گھومیں پھریں، تیراکی کریں، ایک دوسرے سے محبت رکھیں، ہنسی مذاق کریں، ... اپنے خاندان والوں اور دوست احباب کے ساتھ باہر گھومیں پھریں، تیراکی کریں، ہم ہر حال میں اللہ کی تخلیقات سے خوش ہی رہیں گے، ہم اللہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر ہی ایک دوسرے سے محبت واُنس رکھتے ہیں اور ہم دوسروں کے دلوں میں خوشیاں لانے کے لئے ہی ہنستے مسکراتے اور ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب دُنیا کی زندگی کا ایک حصہ ہے، یہ ہماری اپنے رب کی عبادت کا بھی ایک حصہ ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ساتھ ہوتے ہوئے ہم اس دنیا میں کبھی بھی نہیں بِکھر سکتے! زندگی میں چاہے جیسے بھی حالات کیوں نہ پیش آجائیں، ہم ہر

طرح کے حالات میں مطمئن ہیں کیونکہ اُن میں ہمارے لئے بھلائی ہی ہوگی۔ کیا یہی حقیقی خوشی نہیں ہے ؟ کیا یہی وہ حقیقی مقصد نہیں ہے جسے لوگ اپنی پوری زندگی تلاش کرتے رہتے ہیں؟

یہی ایک تکمیل کا احساس ہے!

لہٰذا اگر آپ مجھ سے پوچھیں... کہ کیا آپ اپنی زندگی سے مطمئن ہیں؟

تو میرا جواب یہی ہوگا کہ میں اپنی زندگی کے ہر لمحہ سے مطمئن ہوتا ہوں، اور اس کا فائدہ اُٹھاتا ہوں، چاہے حالات اچھے ہوں یا نہ بھی ہوں۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔ پس اس دُنیا کی زندگی میں ... یعنی اس خوبصورت سَراب میں ... ہم خوبصورتی کو حق میں ہی دیکھتے ہیں۔

فہرست

اے مسلمانو! تم رفح کراسنگ، غزہ اور پورے فلسطین میں یہودیوں کے جرائم کا مشاہدہ کر رہے ہو اور تمہارے حکمران مدد کے لئے فوج نہیں بھیج رہے۔ بلکہ وہ اپنی ریڈ لائن ہی بھول چکے ہیں اور امریکہ اور اس کے حواریوں کی ثالثی پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں!

عربی سے ترجمہ

اے مسلمانو! بس بہت ہو گیا! یہودیوں کی تباہ کاریوں نے انسانوں، درختوں اور پتھروں کو اس قدر کثیر تعداد میں متاثر کر ڈالا ہے کہ جن کا شمار کرنا مشکل ہے! اور اب وہ یہاں رفح کراسنگ پر دھاوا بول رہے ہیں جسے مصری حکومت ریڈ لائن کہتی آئی ہے کہ جس کے خلاف کسی قسم کی جارحیت پر وہ خاموش نہ رہ سکیں گے لیکن یہودیوں کے قبضے کے بعد سرخ لائن، سبز لائن میں بدل گئی، چنانچہ مصری حکومت بس احتجاج کر کے ہی مطمئن ہو گئی!! (الجزیرہ نے 12 مئی 2024 کو عربی میں رپورٹ کیا)–" بریکنگ نیوز، ایسوسی ایٹڈ پریس نے مصر کے ایک سینئر عہدیدار کے حوالے سے کہا: مصر نے رفح پر حملہ کرنے پر تل ابیب، واشنگٹن اور یورپی حکومتوں سے احتجاج کیا۔ اور نیو العربیہ نے 07 مئی، 2024 کو شائع کیا تھا: "مصر کے سابق معاون وزیر دفاع میجر جنرل علی حفظی نے "عربیہ نیٹ" اور "الحدث نیٹ" کو دیئے گئے اپنے خصوصی بیان میں کہا ہے کہ فلاڈیلفی کا محور مصر اور غزہ کے درمیان فلسطینی بفر زون ہے، اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ مسلح افواج مصر کی سرحد پر کڑی نگرانی کر رہی ہیں، جہاں کسی (اسرائیلی) فوج کا قریب جانا ناممکن ہے، کیونکہ یہ ایک ریڈ لائن ہے۔ (اسرائیلی) فوج نے منگل کے روز اعلان کیا تھا کہ اس نے غزہ کی پٹی اور مصر کی پٹی کو الگ کرنے والے رفح لینڈ کراسنگ کے فلسطینی حصے کو فوجی آپریشن کر کے مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں لے لیا ہے اور 2005 کے بعد پہلی مرتبہ (اسرائیلی) فوجی گاڑیاں فلاڈیلفی کے محور میں داخل ہو گئی ہیں۔ یہ آپریشن کل شروع ہوا، آپریشن کے دوران رفح لینڈ کراسنگ کے قریبی علاقے میں کثیف دھوئیں کے بڑے بڑے اور بلند مرغولے اٹھ آئے۔ اور اس کے ساتھ (اسرائیل) نے منگل کے دن توپوں سے بھی زوردار حملے کیے۔

اے مسلمانو!

یہ کس قدر تکلیف دہ بات ہے کہ مغرب بالخصوص امریکہ مسلم ممالک کے حکمرانوں کی قیادت کرتا ہے اور یہودی وجود کے ارد گرد کے ممالک پر توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے، کیونکہ وہ نہیں چاہتے کہ ان ممالک کی فوجیں کوئی مداخلت کریں۔ اور اس کا اعلان امریکہ "جنگ کو پھیلنے سے روکنے" کے نعرے لگا کر کرتا ہے! امریکہ یہودی وجود کی کمزوری سے بخوبی واقف ہے، اور وہ دیکھ رہا ہے کہ اگرچہ تقریباً آٹھ مہینے سے یہودی وجود جارحانہ اور سفاکانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہے، مگر پھر بھی اپنے اہداف حاصل کرنے میں مسلسل ناکامی کا سامنا کرتا آرہا ہے۔ جبکہ ان کے مقابلے میں کون ہے؟ قلیل تعداد اور کم ترین ساز و سامان کے ساتھ سینہ سپر سر بکف مٹھی بھر مؤمنین۔ اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر مسلمانوں کی افواج یہودی وجود پر حملہ آور ہو جائیں بلکہ صرف فلسطین کے ارد گرد کی افواج ہی مداخلت کر لیں تو ان کی کیا درگت بنا دیں گی؟ اس تصور سے ہی امریکہ کی نیند اڑ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ فلسطینیوں کی مدد و نصرت سے مسلم افواج کو باز رکھنے کے لئے امریکی عہدیداروں کا تانتا بندھا رہتا ہے، تاکہ یہاں کی افواج کے کمانڈرز پر دباؤ ڈال سکیں بلکہ اب تو دباؤ ڈالنے کی بھی انہیں ضرورت نہیں! کیونکہ یہ آج کی بات نہیں، یہ حکمران 1948 سے لے کر اب تک فلسطین کو یہودیوں کے قبضے سے آزاد کرانے کے لیے کبھی حرکت میں نہیں آئے!! کوئی بھی ذی شعور جوان مغربی یورپی بالخصوص امریکی عہدایداروں کے دوروں کو باریک بینی سے دیکھتا ہے تو اسے یہی کچھ نظر آئے گا۔ امریکی وزیر خارجہ بلنکن نے ابھی بمشکل خطے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ امریکہ نے اسی پر اکتفاء نہیں کر لیا۔ بلکہ امریکہ نے اپنے انٹیلی جنس سربراہ، ولیم برنز، کو کئی دنوں کے لئے خطے کے دورے پر بھیج دیا۔ ولیم برنز اپنے دورے کے لئے مصری حکومت اور یہودی وجود پر توجہ مرکوز کئے ہوئے تھا حتیٰ کہ اس وقت بھی جب وہ قطر میں لینڈ کر رہا تھا۔ تاہم، توجہ کا مرکز یہی تھا کہ خاص طور پر رفح کے مسئلے کے بارے میں مصری حکومت اور یہودی وجود کے مابین تعلقات کو کنٹرول میں رکھا جائے۔ یہی وہ خبر ہے جسے "عرب نیوز" نے 08 مئی 2024ء کو شائع کیا، اور جو خصوصی توجہ کی حامل ہے، کہ "خاص ذرائع نے "العربی الجدید" کو یہ انکشاف کیا ہے کہ ولیم برنز نے آپریشن کے محدود ہونے پر زور دیا ہے"۔

"نجی ذرائع نے "العربی الجدید" کو بتایا کہ رفح پر حملہ اور "اسرائیلی" قابض فوج کی گاڑیوں کی فلاڈیلفی کے محور تک آمد یہاں تک کہ فلسطین کی جانب سے رفح کراسنگ کی مصری حدود تک آمد، مصر کو اس کے بارے میں مطلع کرنے کے بعد اور مکمل امریکی کوآرڈینیشن کے ساتھ ہوئی۔ ذرائع نے کہا، "سی آئی اے کے ڈائریکٹر ولیم برنز نے موساد کے سربراہ ڈیوڈ بارنیا کے ساتھ مل کر آپریشن کا انتظام کیا، جبکہ ان کے اور نیتن یاہو کے درمیان ایک کال ہوئی، جس کے دوران انہوں نے آپریشن کے محدود ہونے پر زور دیا"۔

پھر امریکہ نے وہ جھوٹ گھڑ لیا جسے کچھ حکمرانوں اور متعدد ذرائع ابلاغ نے سراہا، یعنی یہ کہ امریکہ اور یہودی وجود کے درمیان چپقلش موجود ہے، اور یہود کا امریکی ہتھیاروں کا استعمال کرنا قانون کی خلاف ورزی ہے۔ لیکن بلنکن نے الفاظ کے ہیر پھیر اور دھوکہ دہی کے انداز میں بات کی اور یہ سمجھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے، جیسا کہ اس نے کانگریس کو پیش کی گئی رپورٹ میں کہا۔ 11 مئی، 2024 کو الخلیج اخبار کے مطابق، "واشنگٹن-اے ایف پی: (طویل انتظار کے بعد جمعہ کو امریکی محکمہ خارجہ کی ایک رپورٹ میں غزہ جنگ میں "اسرائیل" کی جانب سے امریکی ہتھیاروں کے استعمال کے طریقہ کار پر تنقید کی گئی، لیکن رپورٹ کے مطابق خلاف ورزیوں کے خاطر خواہ ثبوت نہیں ملے کہ کھیپ کی ترسیل معطل کر دی جائے)۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے: "یہ نتیجہ اخذ کرنا بالکل منطقی تھا کہ اسرائیل نے "ہتھیاروں کا استعمال عالمی انسانی قانون سے متصادم طریقے سے کیا" لیکن امریکہ "کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے میں ناکام رہا"۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکہ کا خیال ہے کہ اسرائیل نے جاری انسانی تباہی میں اپنی "کارروائیوں یا بے عملیوں" کے ذریعے کردار ادا کیا ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ "اسرائیلی" حکام نے جان بوجھ کر امداد کی ترسیل یا منتقلی وغیرہ کو "ممنوع یا محدود" کیا ہے"۔ ایک ہی وقت میں مذمت کرنے اور مذمت نہ کرنے سے الفاظ کا ہیر پھیر واضح ہے! الفاظ کے اس ہیر پھیر کی وجہ یہودیوں کی حمایت کے لئے بے تابی کا اظہار ہے، اور مسلم ممالک میں حکمرانوں کو دھوکہ دینا ہے، بلکہ اصل دھوکہ حکمرانوں کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ تو امریکہ کے حکم کے عین مطابق لوگوں کو یہ دکھا رہے ہیں کہ گویا امریکہ اور یہودی وجود میں اختلاف موجود ہے!

اے مسلمانو:

اصل مصیبت تو یہ حکمران ہیں جو استعماری کفار اور خاص طور پر امریکہ کی کٹھ پتلیاں ہیں۔ یہ وہی کہتے ہیں جو وہ کہتا ہے اور یہ وہی کرتے ہیں جو وہ چاہتا ہے۔ یہ شہداء کی لاشوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، بچوں کی چیخیں اپنے کانوں سے سنتے ہیں، دل دہلا دینے والے مناظر میں لوگوں کو اپنے بچوں اور عورتوں کے ساتھ بے گھر ہوتے دیکھتے ہیں۔ حکمرانوں نے یہ سب کچھ دیکھا، اس سب نے ان کی سماعت اور بصارت کو چھو لیا، لیکن خلیفہ معتصم کی شجاعت ان کو نہ چھو سکی! انہوں نے غزہ ہاشم میں اپنے بھائیوں کی مدد کرنے سے فوجوں کو روکے رکھا بلکہ وہ کھڑے ہو کر دیکھتے رہے کہ کیا ہو رہا ہے، شہداء کو گنتے رہے اور ان کو اپنے میڈیا میں مردہ قرار دیتے رہے یعنی ان کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو ثالث کا کردار ادا کر رہا ہو۔ گویا یہ حکمران یہودی وجود جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں اور غزہ کے مسلمانوں، جن پر غزہ کی پٹی کے ایک ایک انچ پر حملہ ہو رہا ہے، کے درمیان ایک غیر جانبدار فریق ہیں۔

اے مسلم افواج کے سپاہیو:

یہودیوں سے لڑنے اور پاک سرزمین کو آزاد کرنے کے لیے حکمرانوں کی طرف سے حکم کا انتظار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تاکہ (دور ہی سے) پانی خود ہی اس کے منہ تک آ پہنچے حالانکہ وہ اس تک کبھی بھی نہیں آ سکتا۔ پس آپ جلدی کریں اور اللہ آپ کے ساتھ ہے اور امت آپ کی پیروی کرے گی۔ بلاشبہ آپ سنتے اور دیکھتے ہیں کہ کیسے آپ کا دشمن غزہ کی پٹی پر زمین سے، سمندر سے اور فضا سے ایسے بمباری کر رہا ہے تاکہ اسے جھلسا کر رکھ دے، تو آپ آخر کیسے اپنے بھائیوں کی مدد نہیں کر رہے اور جنگ نہیں کر رہے؟!

اے مسلم افواج کے سپاہیو:

کیا تم میں کوئی عقلمند آدمی نہیں ہے؟ خاص طور پر کنانہ اور شام کی سرزمین میں، جو ایک فوج کی قیادت کرے اور باقی افواج تکبیر کے نعرے بلند کرتی ہوئی اس فوج کی پیروی کریں اور امت ان کے پیچھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد سے تکبیرات بلند کرے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿**إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ**﴾ **"بیشک ہم ضرور اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں**

بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (یعنی قیامت کو بھی)"(سورۃ غافر؛ 40:51)۔ بس بہت ہو گیا اے افواج! نہ تو معافی مانگنے والے کے لئے کوئی عذر باقی رہ گیا ہے اور نہ ہی احتجاج کرنے والے کے لیے کوئی دلیل باقی ہے۔ آپ کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ آپ کچھ بھی نہ کریں اور فقط اپنے دشمنوں پر غصے سے دانت پیستے رہیں۔ بلکہ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ﴾ **"ان سے لڑو، اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو ٹھنڈا کر دے گا"**۔ (سورۃ التوبہ؛ 9:14)

5 ذوالقعدہ 1445ھ | **حزب التحریر**

13 مئی، 2024ء

[فہرست](#)

دہشت گردی کے خلاف ایک اور آپریشن

اخلاق جہاں

پاکستان اور امریکہ نے آپس میں یہ مڑا تڑا روما نوی تعلق استوار کیا تھا، جو نائن الیون کے بعد ایک مکروہ تعلق میں تبدیل ہو گیا، جس میں دونوں کے اپنے الگ الگ مفادات ہیں۔ اس کے نتیجے میں پاکستان نے سن 2000 سے لے کر آج تک متعدد فوجی آپریشن شروع کیے جن میں آپریشن ردالفساد اور آپریشن ضرب عضب شامل ہیں۔ دوسری طرف اگر ہم ماضی میں 1980 کی دہائی کے اوائل کو دیکھیں تو نظر آتا ہے کہ آج کے 'دہشت گرد' کو اس وقت ایک جنگ لڑنے والے مجاہد کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ اور اس جنگ کو اسلام بمقابلہ کمیونزم کے طور پر پیش کیا گیا تھا، لہذا اس جنگ کے لیے پاکستانی عوام کی حمایت حاصل کرنا آسان تھا۔ چونکہ مسلمانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت ہے اور وہ خلافت کے خاتمے کے بعد سے دنیا بھر کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اس صورتحال میں پاک فوج کی جانب سے افغان مزاحمت کی حمایت نے انہیں لوگوں کی نظروں میں ایک باعزت مقام عطا کیا۔ لوگوں نے خوشی خوشی اس جدوجہد میں پاکستان کے کردار کی حمایت کی۔ اس مقصد کے لیے پاکستانی فوج نے امریکہ کی مکمل حمایت سے فوجی تربیت سے لے کر مادی امداد اور ہتھیاروں تک سب کچھ فراہم کیا، کیونکہ اس وقت کا مشن سوویت یونین کو شکست دینا تھا۔ 1988 تک، ہم نے دیکھا کہ سوویت فوجوں کا انخلاء شروع ہو گیا، جو افغانستان پر ایک طویل، خونی، اور بے نتیجہ سوویت قبضے کے خاتمے کے آغاز تھا۔ امریکہ کی واحد سپر پاور بننے کی خواہش اب خواب نہیں رہی تھی اور طاقت و اختیار رکھنے والے غداروں نے سوچا کہ انہیں دنیا کی واحد سپر پاور کی بقا کے لیے ناگزیر اور ضروری ہونا چاہیے۔ اس دور میں پاکستان اور افغانستان پر ایسے افراد کی حکومت تھی جنہوں نے اپنے ذاتی مفادات پورے کرنے اور امریکہ کو خوش کرنے کو ترجیح دی؛ بجائے اس کے کہ وہ اپنے عوام کی دیکھ بھال کرتے جو زندگی کے ہر شعبے میں زبوں حالی کا شکار تھے۔ 1989-2000 تک، افغانستان کو طاقت کی کشمکش کا سامنا کرنا پڑا جب مزاحمتی گروپوں نے کٹھ پتلی حکمرانوں کے سامنے ہار ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ وہ وقت تھا جب ملا عمر دائیں بازو کے اسلامی سوچ

رکھنے والے لوگوں کے لیے نجات دہندہ کے طور پر سامنے آئے اور ایک نئی جدوجہد کا آغاز ہوا۔ ایک نئے دشمن کا اعلان ہوا اور نائن الیون کے بعد امریکہ باضابطہ طور پر افغانستان میں داخل ہو گیا۔ اور پاکستان کی قیادت نے خوشی خوشی وہاں امریکہ کے قدم جمانے کے لیے امدادی چوکی کا کردار ادا کیا۔

سن دو ہزار ایک سے لے کر اب تک کے پی کے میں 'دہشت گردوں' کو نشانہ بنانے کے لیے (مبینہ طور پر) پندرہ آپریشن کیے جا چکے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر کارروائیوں کی منصوبہ بندی ایسے علاقوں کو نشانہ بنانے کے لیے کی گئی تھی جو مشکل ترین سمجھے جاتے تھے۔ مثلاً آپریشن راہ راست اور راہ حق سوات کے علاقے میں، آپریشن شیر دل باجوڑ میں اور راہ نجات جنوبی وزیرستان ایجنسی میں کیے گئے۔ زیادہ وسیع محاذ پر دو بڑے آپریشن ضرب عضب تھے، جو شمالی وزیرستان میں شروع ہوئے اور پھر اسے دوسرے علاقوں تک پھیلا دیا گیا، اس کے بعد ردالفساد شروع ہوا جو دہشت گردوں کے نیٹ ورکس پر حملہ کرنے کے لیے انٹیلی جنس پر مبنی آپریشن تھا۔ جو بعد میں پورے پاکستان میں پھیلا دیا گیا۔ اس 16 ویں آپریشن کے اعلان کے ساتھ، ہمیں اس بات پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے ان 23 سالوں میں 'اندرونی دشمن' سے لڑ کر کیا حاصل کیا ہے۔

بگڑتی ہوئی جغرافیائی وسیاسی صورتحال کے ساتھ ساتھ اب چین بھی طاقت کے توازن کا حصہ بن رہا ہے۔ اس عنصر کو نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں۔ پس حکومت اب دو کشتیوں میں سوار ہے اور دونوں طاقتوں کو ایک ہی وقت میں خوش رکھنا ممکن نہیں ہے۔ مارچ 2024 میں پانچ چینی شہریوں کی ہلاکت کے بعد، پاکستان کو چینی کارکنوں کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے چین کے دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ تاکہ ان کو مستقبل میں ایسے حملوں سے بچایا جا سکے، جو پاکستانی فوج کے بقول ایک افغان شہری نے کیے تھے اور افغانستان میں مقیم دہشت گردوں نے اس کی منصوبہ بندی کی تھی۔

اگر ہم اسلام میں جنگوں کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ ان کا مقصد کتنا واضح ہوا کرتا تھا، کس قدر نپی تلی چالیں چلی جاتی تھیں اور ان جنگی مہمات کا نتیجہ کتنا شفاف ہوا کرتا تھا۔ لیکن آج اس اعلان کردہ اور ماضی میں کئے گئے آپریشنز میں، ہم نے بہت کچھ کھو دیا ہے جبکہ کچھ حاصل نہیں کیا ہے۔ یہ ماننا بہت مشکل ہے کہ ایک فوج جو دنیا کی

145 افواج میں سے سب سے بڑی 10 طاقتور ترین افواج میں شامل ہے، اپنی ہی آبادی کے ناقص اسلحہ سے لیس، غیر تربیت یافتہ حصے سے لڑتے ہوئے مسلسل ہار رہی ہے اور نقصان اٹھا رہی ہے۔ پاکستان کی فوج نے سوویت یونین کو نکالنے میں افغانوں کی مدد کرنے اور بھارت کے خلاف کشمیر جہاد کی حمایت کرنے کے نتیجے میں جو عزت و وقار حاصل کیا تھا، وہ اس تبدیلی کے درمیان کہیں کھو گیا۔ بصیرت والے دور اندیش لوگ دیکھ سکتے تھے کہ اپنے ہی لوگوں کے خلاف اس جنگ کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ وہ لوگ جو ہمارے ساتھ ایمان میں شریک ہیں، وہ لوگ جنہیں اللہ تعالی نے ہمارا بھائی قرار دیا ہے اور ان کا خون ہم پر حرام کیا ہے۔

اس وقت مسلمانوں کو جس عظیم ترین بحران کا سامنا ہے وہ غزہ کے عوام کا مستقل جاری قتل عام ہے۔ سچ تو یہ ہے فلسطین کسی بھی مسلمان فوج کے لیے میدان جنگ ہونا چاہیے تھا۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور نادیدہ بحران اہم نہیں۔ جبکہ یہاں ہماری قیادتیں دشمن کے لکھے اور ہدایت کردہ اسکرپٹ پر پرفارم کرنے میں مصروف ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا؛

انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا، قالوا: يا رَسُولَ اللَّهِ، هذا نَنْصُرُهُ مَظْلُومًا، فَكيفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟ قالَ: تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ.

"اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں۔ لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے روک دو (یہی اس کی مدد ہے)۔" صحیح البخاری

باشعور مسلمانوں کی حیثیت سے، یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی آواز بلند کریں اور اپنی فوج میں موجود سپاہیوں اور افسران سے پوچھیں کہ وہ کس کے لیے ہتھیار اٹھاتے ہیں، کیونکہ لڑائی کا یہی عمل ان کے لیے جنت یا جہنم کا راستہ بنا سکتا ہے۔ مزاحمتی گروہوں کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ مسلمان ہیں۔ انہیں ان کے اپنے ہی لوگوں نے نقصان پہنچایا ہے اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بھی افواج میں اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو نقصان پہنچایا

ہو۔ ہمارے پاس ابھی بھی وقت ہے کہ ہم اصل جنگ لڑیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم بلند کریں۔ اسی پرچم کے نیچے ہمیں حقیقی قیادت میسر آئے گی جو اس دنیا کے تمام مسلمانوں کی حفاظت کرے گی اور نبوت کے طریقے پر خلافت قائم کرے گی۔

فہرست

سوال وجواب: کیا اپنی سگی بہن اور بیٹی کو زکوۃ کی رقم دینا جائز ہے؟

(عربی سے ترجمہ)

عبداللہ الحداد کے لئے

سوال:

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ آپ کو تمام بھلائیوں اور خوشیوں سے نوازے اور آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں لمبی عمر عطا فرمائے۔ میں عرش عظیم کے مالک اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دوسری خلافت راشدہ کے قیام میں تیزی لائے اور آپ کو بہترین صحت وتندرستی سے رکھے۔

میرا سوال یہ ہے کہ کیا زکوۃ کی رقم اپنی سگی بہن یا بیٹی کو دینا جائز ہے؟

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسلام نے غرباء کو دینا واجب قرار دیا ہے اور غریب اور جن کو دینا واجب ہے، ان کے بارے میں تفصیل بیان کی ہے:

یہ اقتصادی نظام کی کتاب کے صفحہ 204-211 میں بیان کیا گیا ہے:

(...بنیادی ضروریات، جن کی عدم تکمیل کو غربت تصور کیا جاتا ہے، وہ یہ ہیں: خوراک، لباس اور رہائش۔ ان سے بڑھ کر ہر شے کو آسائش کے زمرے میں لیا جاتا ہے۔اس لیے ایسا شخص جو آسائشوں کی ضروریات کو پورا نہ کرتا ہو لیکن بنیادی ضروریات کو پورا کرتا ہے، اسے غریب نہیں سمجھا جاتا۔

اسلام نے ان بنیادی ضروریات کو پورا کرنا اور ان لوگوں کو فراہم کرنا فرض کیا ہے جو انہیں پورا کرنے سے قاصر ہوں۔ اگر کوئی فرد انہیں اپنے لیے مہیا کرلے تو یہ احسن بات ہے؛ اگر وہ کافی رقم کی کمی یا کافی رقم حاصل کرنے سے عاجز ہونے کی وجہ سے اپنے لیے بنیادی ضروریات مہیا نہ کر سکتا ہو تو شریعت دوسروں کو اُس کی مدد کرنے کا پابند کرتی ہے جب تک کہ یہ بنیادی ضروریات پوری نہ ہو جائیں۔ شریعت نے اس حوالے سے تفصیل سے بتایا ہے کہ ان معاملات میں فرد کی کس طرح مدد کی جانی چاہیے۔ شریعت نے اسے وراثت دار رشتہ داروں پر واجب کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَاۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ﴾ **"اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہوگا۔ کسی شخص کو اس کی استطاعت سے زیادہ مکلف نہیں بنایا جاتا (تو یاد رکھو کہ) نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور اسی طرح بچے کے (باپ کی طرف سے) ورثاء کے لئے بھی یہی ہے"**۔(البقرۃ،2:233)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ورثاء بھی اسی طرح رزق اور لباس کے ذمہ دار ہیں جس طرح باپ ذمہ دار ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ورثاء پہلے سے ہی حقیقی ورثاء ہیں، بلکہ یہ کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو وراثت کے حقدار ہیں۔ اگر کوئی رشتہ دار ایسا نہ ہو جس پر اللہ نے ان کے رشتہ داروں کا نفقہ فرض کیا ہو تو ان کا نفقہ زکوٰۃ کے زمرے میں سرکاری خزانے سے دیا جاتا ہے۔ ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ كَلاًّ فَإِلَيْنَا» **"جس نے مال چھوڑا ہے تو وہ اس کے ورثاء کا ہے اور اگر جس نے کوئی بے سہارا چھوڑا تو وہ ہم پر ہے"**(اس کو مسلم نے روایت کیا ہے) اور بوجھ سے مراد وہ کمزور شخص ہے جس کا کوئی باپ یا بیٹا نہیں ہے.....) ختم۔

2۔جہاں تک ان کا تعلق ہے کہ غریب رشتہ داروں کی کفالت کس پر واجب ہے،اس کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

کویتی فقہ انسائیکلوپیڈیا میں (صفحہ 8267-68):

[وہ جنہیں زکوٰۃ دینے کی اجازت نہیں ہے:

کوئی بھی فرد جس کا زکوٰۃ دینے والے سے براہ راست رشتہ ہو یا اس کا تعلق پیدائش کے حوالے سے ہو۔اس میں اس کے آباؤاجدار، جیسے کہ اس کے والدین اور دادا،دادی، چاہے وہ وارث ہوں یا نہ ہوں،اور اسی طرح اس کی اولاد، جیسے کہ اس کے بچے اور پوتے (بچوں کی اولادیں)،چاہے وہ اولاد کتنی ہی نسل تک کیوں نہ ہو۔احناف اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ ملکیت کے فوائد ان کے درمیان جڑے ہوئے ہیں،اور یہی احناف اور حنبلیوں کا قول ہے۔

باقی رشتہ داروں مثلاً بہن، بھائی، چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ اور ان کے بچوں کے لیے زکوٰۃ دینے میں کوئی ممانعت نہیں، خواہ ان میں سے کچھ اس فرد کے زیر کفالت ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«الصّدقة على المسكين صدقة، وهي على ذي الرّحم اثنتان: صدقة وصلة»** **"کسی غریب کو دیا جانے والا صدقہ صرف صدقہ ہے، لیکن جب وہ کسی رشتہ دار کو دیا جائے تو اس کا دہرا اجر ہوتا ہے، صدقہ اور صلہ رحمی"۔**

یہ احناف کا قول ہے اور حنبلیوں میں بھی ترجیحی رائے یہی ہے۔

مالکیوں اور شافعیوں کے نزدیک ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں جن کی کفالت زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہے:

مالکی فقہ کے مطابق جن کی دیکھ بھال واجب ہے وہ باپ اور ماں ہیں لیکن دادا دادی نہیں،اور بیٹا اور بیٹی ہیں لیکن ان کی اولاد نہیں۔بیٹا جب تک نابالغ ہے اس کا نفقہ برقرار رکھا جائے اور بیٹی کا نفقہ اس وقت تک برقرار رکھا جائے جب تک کہ اس کی شادی نہ ہو جائے اور اس کا شوہر اس کے ساتھ نکاح کر لے۔

شافعیوں کے نزدیک جن کا نفقہ برقرار رکھنا ضروری ہے وہ آپ کے آباؤاجداد (والدین) اور آپ کی اولادیں (اولاد) ہیں...]

3۔ جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ بیٹی کو زکوٰۃ دینے کے بارے میں علماء میں مختلف آراء ہیں کیونکہ وہ اولاد ہے۔ حالانکہ ان کے درمیان مقرر کردہ حکم یہ ہے کہ جن کو نفقہ دینا زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہے، ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، بلکہ اپنے مال سے ان کی کفالت کرنی چاہیے؛ اختلافِ رائے اس بات میں ہے کہ اپنے والدین اور اولاد میں سے کس کی کفالت کرنا زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں: (جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں وہ اس کے والدین اور آباؤاجداد ہیں، خواہ وہ ورثاء ہوں یا نہ ہوں، اور اسی طرح اس کی اولاد، جیسے اس کے اپنے بچے اور ان کی اولادیں، چاہے چاہے وہ اولاد کتنی ہی نسل تک کیوں نہ ہو۔ حنفیوں اور حنبلیوں کی رائے یہی ہے۔)

دوسرے کہتے ہیں: (مالکیوں کے نزدیک جن کی دیکھ بھال کرنا واجب ہے وہ باپ اور ماں ہیں لیکن دادا دادی نہیں، اور بیٹا اور بیٹی ہیں لیکن ان کی اولاد نہیں۔ بیٹا جب تک نابالغ ہے اس کا نفقہ برقرار رکھا جائے اور بیٹی کا نفقہ اس وقت تک برقرار رکھا جائے جب تک کہ اس کی شادی نہ ہو جائے اور اس کا شوہر اس کے ساتھ نکاح کر لے۔)

دیگر علماء کا کہنا ہے: (شافعیوں کے نزدیک جن کا نفقہ برقرار رکھنا واجب ہے وہ والدین اور اولادیں ہیں...)

اب میں آپ کے سوال کا جواب دیتا ہوں کہ کیا اپنی سگی بہن یا بیٹی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

1۔ بیٹی کے بارے میں جواب حسب ذیل ہے:

ا) اگر بیٹی غیر شادی شدہ ہے اور اپنے باپ کے ساتھ رہتی ہے تو اس کا نفقہ اس پر واجب ہے، لہٰذا اسے اپنے مال سے اس کی کفالت کرنی چاہیے نہ کہ زکوٰۃ سے۔

ب) اگر بیٹی شادی شدہ ہے اور اس کا شوہر خوشحال ہے اور اس کی دیکھ بھال کرتا ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے خواہ وہ (بیٹی) غریب ہی کیوں نہ ہو کیونکہ شوہر کے نان و نفقہ کی وجہ سے اسے مالدار سمجھا جاتا ہے۔ النوویؒ نے

المنہاج میں کہا ہے: "ایک زیادہ صحیح رائے کے مطابق جس کو کسی رشتہ دار یا شوہر کی طرف سے مہیا کیا جائے اسے غریب یا محتاج نہیں سمجھا جاتا"۔ **ختم**

ج) اگر بیٹی شادی شدہ ہے اور خود غریب ہے اور اس کا شوہر اس کی دیکھ بھال کرنے سے قاصر ہے، ابن قدامہ نے المغنی میں کہا ہے: "اگر کسی غریب عورت کا شوہر خوشحال ہو جو اس کی دیکھ بھال کرتا ہو تو اس کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کو حاصل شدہ واجب نفقہ سے اس کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں، جیسا کہ اس شخص کی طرح جس کو جائیداد سے آمدنی حاصل ہو رہی ہو۔ تاہم اگر اس کا شوہر اس کی دیکھ بھال نہ کرتا ہو اور اس سے حاصل کرنا بھی ممکن نہ ہو، تو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے، بالکل اسی طرح جیسے کسی کو جائیداد سے ملنے والا فائدہ ختم ہو چکا ہو"۔ ختم

میں اختلاف رائے سے بچتے ہوئے اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ غریب بیٹی کے شوہر کو زکوۃ دی جائے کہ اگر وہ (شوہر) غربت کے معیار پر پورا اترتا ہو، اور پھر وہ شوہر اس ملنے والی زکوۃ میں سے اپنی بیوی پر خرچ کرے۔ جہاں تک باپ کی جانب سے اپنی بیٹی کو دینے کا تعلق ہے تو وہ اس کے اپنے مال سے ہونا چاہیے نہ کہ زکوۃ سے۔

2۔ بہن کے بارے میں جواب درج ذیل ہے:

اگر آپ کی بہن آپ کے گھر میں رہتی ہے اور آپ اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں تو اسے زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ شادی شدہ ہے اور اس کا شوہر غریب ہے تو اسے زکوۃ دینا جائز ہے۔ درحقیقت، اسے دینا دوسروں کی نسبت سے زیادہ مناسب ہے؛ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ» "کسی غریب کو دیا جانے والا صدقہ صرف صدقہ ہے، لیکن جب وہ کسی رشتہ دار کو دیا جائے تو اس کا دہرا اجر ہوتا ہے، صدقہ اور صلہ رحمی"**۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

اور آپ کے سوال کے حوالے سے میری بہتر رائے یہی ہے، امید ہے کہ یہ کافی ہے، اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

آپ کا بھائی،

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

28 ذوالحجہ 1445ھ

بمطابق 04 جولائی، 2024 عیسوی

فہرست

سوال وجواب: بنگلہ دیش کی وزیرِاعظم کا استعفیٰ اور ملک سے فرار ہونا

(عربی سے ترجمہ)

سوال:

5 اگست 2024ء کو بنگلہ دیش کی وزیرِاعظم کے استعفے کا اعلان کیا گیا۔ وہ عوامی سیکٹر میں ملازمتوں کے کوٹہ سسٹم کے خلاف گزشتہ ماہ کے آغاز سے ہونے والے احتجاجات کے بعد ملک سے فرار ہو گئیں۔ گزشتہ ماہ کے وسط سے یہ احتجاجات خونریزی کی صورت اختیار کر گئے، جب حکومتی جماعت کے پیروکاروں اور احتجاج کرنے والوں کے درمیان جھڑپیں رونما ہونے لگیں۔ بالآخر فوج نے اقتدار سنبھالنے کا اعلان کیا اور صدر نے پارلیمنٹ کے خاتمے کا اعلان کرتے ہوئے عبوری حکومت کا اعلان کر دیا۔ کیا یہ احتجاج کسی منصوبہ بندی کے تحت کیے گئے تھے؟ کیا فوج کی مداخلت کسی معاہدے کے تحت تھی؟ کیا یہ معاملہ کسی بین الاقوامی تنازع سے جڑا ہوا ہے؟

جواب:

اوپر دیے گئے سوالات کے جواب کو واضح کرنے کے لیے، ہم درج ذیل امور کا جائزہ لیں گے:

1- بنگلہ دیش ایک اسلامی ملک ہے۔ تیرہویں صدی عیسوی کے ابتدائی سالوں کے دوران، مسلمانوں نے 1192 عیسوی کے اواخر میں محمد غوری کی مہم کے دوران بنگال کو فتح کیا، جو پورے شمالی ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی۔۔ بنگلہ دیش، جو دنیا کا آٹھواں سب سے زیادہ آبادی والا ملک ہے اور جس کی آبادی تقریباً 171 ملین نفوس پر مشتمل ہے، جنوبی ایشیا میں واقع ہے اور اس کی سرحدیں میانمار اور بھارت سے ملتی ہیں۔ اس کی آبادی کا 90 فیصد سے زیادہ حصہ مسلمان ہے اور ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ برطانیہ کی تقسیم اور حکمرانی کی پالیسی کے تحت، عوامی لیگ

جس کی بنیاد مشرقی پاکستان میں تھی، جس کی قیادت برطانوی ایجنٹ شیخ مجیب الرحمن کر رہے تھے، انہوں نے برطانیہ کی حمایت سے 1971ء میں پاکستان کے ساتھ جنگ کے بعد پاکستان سے آزادی کا اعلان کیا۔

2- بنگلہ دیش کی وزیر اعظم شیخ حسینہ کو اپنے والد سے ملک کے سابق استعماری حکمران یعنی برطانیہ کی چاکری وراثت میں ملی تھی۔ ان کے والد بنگلہ دیش کے سابق وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمان، عوامی لیگ کے رہنما تھے، جنہیں 1975 میں ان کے خاندان کے ساتھ ان افسران نے قتل کر دیا جنہوں نے ان کے خلاف بغاوت کی تھی۔ شیخ حسینہ اس لیے بچ گئیں کیونکہ وہ بغاوت کے دوران بیرون ملک تھیں۔ وہ برطانیہ میں مقیم رہیں، یہاں تک کہ 1981 میں انہیں اپنے ملک واپس آنے اور سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہونے کی اجازت ملی۔ انہوں نے پہلی بار 1996ء سے 2001 تک حکومت کی قیادت سنبھالی۔ پھر انہوں نے 2009ء سے لے کر آج تک حکومت سنبھالے رکھی تھی۔ انہیں اس سال کے آغاز میں انتخابات میں دھاندلی کے الزامات کا سامنا تھا، کیونکہ ان کی پارٹی نے پارلیمنٹ میں بھاری اکثریت حاصل کی، جہاں ان کے کامیاب امیدواروں کی تعداد 300 اراکین میں سے 233 اراکین تک پہنچ گئی، اور اتحادی پارٹی کے 9 ارکان بھی ان کے ساتھ جڑ گئے۔ دوسری جماعتوں نے ان نتائج کو مسترد کرتے ہوئے انہیں دھوکہ دہی پر مبنی انتخابات قرار دیا اور امریکہ نے بھی ان پر تنقید کی۔ تاہم، حسینہ کی حکومت نے باضابطہ طور پر ان کی جیت کا اعتراف کیا!

3- اپنے دورِ حکومت میں، حسینہ نے امریکی ایجنٹوں کے خلاف کارروائی کی اور فوج، سیاسی حلقوں، عدلیہ، اور دیگر طاقت کے مراکز میں برطانوی اثر ورسوخ کو مظبوط کرنے کی کوشش کی۔ وہ اپوزیشن پارٹی کی رہنما، بنگلہ دیش نیشنل پارٹی کی صدر، خالدہ ضیاء، کے ساتھ مقابلہ کر رہی تھیں، جنہوں نے امریکہ کی چاکری اپنے شوہر، لیفٹیننٹ جنرل ضیاء الرحمان سے وراثت میں لی تھی، جو 1977 میں اقتدار میں آئے اور 1981 میں برطانوی ایجنٹوں کے ذریعے قتل کر دیے گئے۔ ان کی بیوی خالدہ ضیاء نے 1991 سے 1996 اور 2001 سے 2006 تک دو مدتوں کے لیے حکومت سنبھالی۔ بعد میں انہیں کرپشن اور اختیارات کے غلط استعمال کے جرم میں سزا دی گئی۔ حالیہ مظاہروں کے دوران، حسینہ کے 5 اگست 2024 کو ملک سے فرار ہو جانے کے بعد، ان کو اور دیگر قید کیے گئے افراد کو رہا کر دیا گیا۔

اس لیے بنگلہ دیش میں پرانے استعمار، برطانیہ، جس کا مضبوط اثر ورسوخ ہے، اور نئے استعمار، امریکہ، جس نے اپنے ایجنٹ لیفٹیننٹ جنرل ضیاء الرحمن کے 1977 میں اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد سے فوج میں ایجنٹوں کو حاصل کر کے اثر ورسوخ پیدا کیا ہے، ان کے درمیان عالمی تنازعہ ہے۔ امریکہ نے سیاسی میدان میں، خاص طور پر جنرل ضیاء کی بیوی اور بنگلہ دیش نیشنل پارٹی میں ایجنٹوں کو بھی ڈھونڈ لیا ہے تاہم، برطانوی اثر ورسوخ ہی غالب ہے۔

4- حسینہ اور ان کی حکومت نے ان لوگوں کے خلاف جنگ کا بیڑا اٹھایا جو اسلام کو واپس اقتدار میں دیکھنا چاہتے ہیں، کیونکہ وہ (حسینہ واجد) سیکولر ہیں، اور ان کی پارٹی بھی سیکولر اور قوم پرست ہے، جبکہ سیاسی طور پر وہ مغربی نوآبادیاتی طاقت کی تابع ہیں، جو اسلام اور اس کی واپسی کی مخالفت کر رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے 22 اکتوبر 2009 کو حزب التحریر پر پابندی لگا دی، کیونکہ یہ خلافت راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلام کی واپسی کا مطالبہ کرتی ہے، حالانکہ حزب التحریر ایک سیاسی جماعت ہے جس کا نظریہ اسلام ہے، اور اس کے منہج میں عسکری کارروائیاں شامل نہیں ہین بلکہ یہ سیاسی جدوجہد اور فکری تصادم کے راستے پہ کاربند ہے۔ انہوں نے چار دیگر اسلامی گروپوں پر بھی پابندی عائد کی۔ انہوں نے حزب التحریر اور دیگر جماعتوں کے بہت سے نوجوانوں کو جیلوں میں ڈال دیا، اور بعض اسلامی رہنماؤں کو پھانسی دے دی۔ رپورٹ کے مطابق، "حسینہ واجد نے 2013 سے جماعت اسلامی کے خلاف اپنے سیاسی صفایا کا آغاز کیا، اس بہانے کہ وہ جنگی جرائم کے مرتکب تھے اور انہوں نے بنگلہ دیش کی آزادی کو مسترد کیا، جبکہ اصل مقصد اسلامی تحریک سے نجات حاصل کرنا تھا۔ جماعت اسلامی کے جن اہم رہنماؤں کو گرفتار کیا گیا، پھانسی دی گئی، یا جیل میں وفات پا گئے، ان میں سات سینئر رہنما شامل ہیں، جن میں سے پانچ کو پھانسی دی گئی، اور دو سزائے موت سنائے جانے سے پہلے ہی جیل میں وفات پا گئے" (6 اگست 2024، https://alestiklal.net/)۔ حسینہ اسلام اور ان لوگوں کی انتہائی دشمن تھیں جو اسلام کی اقتدار میں واپسی اور مسلمانوں کو ایک ریاست میں متحد کرنے کی بات کرتے تھے۔ حسینہ نے ایک سیکولر پارٹی کی قیادت کی جو ان کے والد نے قائم کی تھی، جنہوں نے 1971 میں برطانیہ اور بھارت میں موجود اس کے ایجنٹوں کی مدد سے مشرقی پاکستان یعنی بنگلہ دیش، کو مغربی پاکستان سے الگ کیا تھا۔

5-بنگلہ دیش نشاۃ ثانیہ نہ ہونے کی وجہ سے اور غیر ملکی سیاسی اور اقتصادی طاقتوں سے جڑا ہوا ہونے کی وجہ سے شدید اقتصادی بحرانوں کا سامنا کر رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق، تقریباً 18 ملین بنگالی نوجوان ملازمتوں کی تلاش میں ہیں، اور یونیورسٹی کے فارغ التحصیل افراد کو بے پناہ بے روزگاری کا سامنا ہے! بنگلہ دیش کی آبادی کا 40 فیصد سے زیادہ حصہ، جو 15 سے 24 سال کی عمر کے درمیان ہے، بے روزگار یا ناخواندہ ہے۔ 5 اگست 2024 کو، بی بی سی نے بنگلہ دیش کی اقتصادی حالت کے بارے میں انٹرویوز کی رپورٹ دی۔ لندن اسکول آف اکنامکس کے وزٹنگ پروفیسر، لطیف صدیقی، نے تصدیق کی کہ بنگلہ دیش میں حکومت کی تبدیلی اقتصادی طور پر ناگزیر ہے، اور جو کچھ ہوا وہ ہونا ہی تھا، انہوں نے کہا "حسینہ کی حکومت نے حکومت کرنے کا حق اور طاقت، دونوں کو کھو دیا ہے۔ جلد ہی اس کے پاس حکومت کرنے کے لیے وسائل بھی ختم ہو جائیں گے..." یہ قابل ذکر ہے کہ حسینہ کی حکومت نے ملک کی معیشت اور وسائل کو غیر ملکی کمپنیوں، خاص طور پر برطانوی، امریکی، چینی اور بھارتی کمپنیوں، کے حوالے کر دیا ہے۔ یہ ان سودی قرضوں پر انحصار کر رہی تھیں، جو امریکہ کے زیر اثر، عالمی مالیاتی فنڈ اور عالمی بینک، جیسے اداروں سے غیر منصفانہ شرائط پر حاصل کیے گئے تھے۔ اس کے علاوہ چائنہ کے ایشین ڈویلپمنٹ بینک سے بھی قرضے لیے گئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بنگلہ دیش کی صورتحال نازک تھی اور بحران کے دہانے پر تھی۔

6- بنگلہ دیش نے گزشتہ ماہ، 1 جولائی 2024 سے، ملازمتوں کے نظام کے خلاف طلبہ کے احتجاج کی لہر دیکھی۔ احتجاج کا مقصد عوامی سیکٹر میں کوٹہ سسٹم کو ختم کرنا تھا، جو تقریباً 56 فیصد ملازمتیں مخصوص گروہوں کو مختص کرتا ہے۔ وزیرِ اعظم اور ان کے قریبی افراد نے اپنے رشتہ داروں اور حامیوں کو ملازمتیں دینے اور مخالفین کو محروم رکھنے کے لیے اس نظام کا فائدہ اٹھایا۔ ان مخصوص گروہوں میں وہ لوگ، اور ان کے بیٹے بھی، شامل تھے جنہوں نے برطانیہ اور اس کے بھارتی ایجنٹوں کی حمایت سے 1971 میں مشرقی پاکستان یعنی بنگلہ دیش اور مغربی پاکستان کے درمیان علیحدگی کی جنگ میں شیخ مجیب الرحمٰن کے ساتھ مل کر غداری کی تھی۔ یہ وہ روزگار کا نظام تھا جس کے خلاف احتجاج شروع ہوا، اور طلباء نے مطالبہ کیا کہ ملازمتیں صرف قابلیت کی بنیاد پر دی جائیں، نہ کہ دیگر بنیادوں پر۔ ان احتجاجات نے کوٹہ سسٹم کو منسوخ کرنے میں اپنا اثر دکھایا، چنانچہ بنگلہ دیش کی سپریم کورٹ نے 21 جولائی 2024ء کو

اعلان کیا کہ ملازمتوں میں کوٹہ دوبارہ متعارف کرنا غیر قانونی ہے۔ لیکن یہ اقدام مظاہرین کو خاموش کرنے میں ناکام رہا۔ ان مظاہروں میں پہلی موت 16 جولائی 2024 کو ہوئی، جب حسینہ کی جماعت کے طلباء نے ڈھاکہ میں مظاہرین کا لاٹھیوں سے مقابلہ کیا، اور انہوں نے ایک دوسرے پر پتھراؤ کیا۔

7- ان احتجاجات کو روکنے کے لیے حسینہ کی حکومت نے ملک بھر میں اسکولوں اور یونیورسٹیوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ حسینہ نے احتجاجات میں طلباء سے پر سکون رہنے کی اپیل کی اور ہر قاتل کو سزا دینے کا عزم کیا۔ تاہم، مظاہرین نے ان کے بیانات کو مسترد کر دیا اور خاص طور پر "آمریت مردہ باد" کے نعرے لگاتے ہوئے ان کو نشانہ بنانا شروع کر دیا، مظاہرین نے بنگلہ دیش میں سرکاری نشریاتی کارپوریشن کے ہیڈ کوارٹر اور درجنوں دیگر سرکاری عمارتوں کو بھی نذر آتش کر دیا۔ جبکہ حکومت نے انٹرنیٹ سروسز معطل کر دیں۔ احتجاجات میں مسلسل اضافہ ہونے لگا، اور روزانہ مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ 24 گھنٹے کا کرفیو نافذ کیا گیا اور فوجی دستے تعینات کر دیئے گئے۔ پولیس نے مظاہرین پر براہ راست گولیاں اور آنسو گیس فائر کی، ملک بھر میں کرفیو کا اعلان کیا، اور سکیورٹی برقرار رکھنے کے لیے فوجی دستے تعینات کیے۔ 19 جولائی 2024ء کی شام تک 105 افراد کے ہلاک ہونے کی اطلاع موصول ہو چکی تھی۔ وزیر اعظم کے دفتر کے ترجمان نعیم الاسلام خان نے کہا، "حکومت نے کرفیو نافذ کرنے اور سول حکام کی مدد کے لیے فوج تعینات کرنے کا فیصلہ کیا ہے"... (اے ایف پی 19 جولائی 2024)۔ مظاہروں کو دبانے کی کوشش میں مواصلات، نیوز چینلز اور کچھ موبائل فون سروسز کو بند کر دیا گیا۔ مظاہرین نے ایک جیل پر دھاوا بول دیا اور 19 جولائی 2024ء کو سینکڑوں قیدیوں کو آزاد کرانے کے بعد عمارت کو آگ لگا دی۔ پولیس، حکومتی عہدیداروں اور ڈاکٹروں کے بیانات کی بنیاد پر اے ایف پی کے مطابق، بنگلہ دیش میں مظاہروں کے دوران ہلاکتوں کی کل تعداد 409 تک پہنچ گئی ہے۔ یہ واقعات بظاہر طلبہ کے اچانک مظاہروں کے طور پر شروع ہوئے، جو کہ ایک ملازمت کے کوٹہ نظام کے خلاف تھے جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگوں کو ملازمتیں نہیں ملتی تھیں۔ یہ احتجاج صرف طلبہ تک محدود نہیں رہے، بلکہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی اس میں شامل ہوئے، اور ان کی تعداد 400,000 تک پہنچ گئی۔ ان مظاہروں کو حسینہ کے 15 سالہ آمرانہ اقتدار کے لیے ایک بے مثال چیلنج اور خطرہ کے طور پر دیکھا گیا۔

8-سوموار 5اگست 2024 کو بنگلہ دیش کے چیف آف آرمی اسٹاف جنرل واکر الزمان نے اعلان کیا کہ وہ حسینہ کے استعفیٰ اور فرار کے بعد مکمل ذمہ داری سنبھالیں گے اور ایک عبوری حکومت تشکیل دیں گے۔ انہوں نے سرکاری ٹیلی ویژن پر کہا، "میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمام شکایات کو دور کیا جائے گا"۔ انہوں نے کہا، "ملک نے بہت زیادہ نقصان اٹھایا ہے، معیشت کو نقصان پہنچا ہے، اور بڑی تعداد میں لوگ مارے گئے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ تشدد کو روکا جائے"۔(AFP, اگست 20245)۔ جنرل واکر الزمان ایک انفنٹری آفیسر تھے جنہیں گزشتہ جون میں آرمی چیف مقرر کیا گیا تھا۔ حسینہ نے ان پر اعتماد کیا کیونکہ ان کے درمیان دور کی رشتہ داری بھی تھی، اور وہ ان کے دفتر میں مشیر کے طور پر کام کرتے رہے تھے۔ ان کے سسر، حسینہ کے پہلے دور حکومت (1996 سے 2001) کے دوران، فوج کے کمانڈر تھے۔ واکر الزمان نے برطانیہ میں فوجی تربیت حاصل کی، اور بنگلہ دیش نیشنل یونیورسٹی اور کنگز کالج لندن سے ڈیفنس سٹڈیز میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی، جو اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ حسینہ کے برطانیہ نواز دور حکومت کا ہی ایک حصہ ہیں۔ برطانیہ نے انہیں اقتدار پر قبضہ کرنے اور بنگلہ دیش میں اپنے اثر ورسوخ کو برقرار رکھنے کی ہدایت دی۔ انہوں نے حسینہ سے بھی اتفاق کیا کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے ملک چھوڑ دیں کیونکہ ان کی موجودگی سے بحران مزید شدید ہو جاتا اور مزید خون بہتا۔ اس کے بعد، فوج نے مظاہرین کے قریب جانے کی کوشش کی تاکہ صورتحال کو پرسکون کیا جا سکے۔ اقتدار سنبھالنے سے ایک دن پہلے، فوج نے مظاہروں کی اجازت دی اور مظاہرین پر گولیاں چلانے سے روک دیا، تاکہ ان کے قریب آکر انہیں اس معاملے پر ٹھنڈا کیا جا سکے۔

9-جب فوجی سربراہ، جنرل واکر الزمان، نے اعلان کیا کہ وہ ملک کی باگ ڈور سنبھال رہے ہیں، تو انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ایک عبوری حکومت تشکیل دیں گے اور بڑی اپوزیشن جماعتوں اور سول سوسائٹی کے اراکین کے ساتھ مذاکرات کریں گے، مگر اس میں عوامی لیگ یعنی حسینہ کی پارٹی ان مذاکرات میں شامل نہیں ہو گی۔ مکاری پر مبنی انگریز کی سیاست کے ذریعے صدراتی انتظامیہ نے امریکہ کو خوش کرنے اور اس راہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے، بنگلہ دیش میں 7 اگست 2024 کو اعلان کیا کہ نوبل امن انعام یافتہ، محمد یونس، عبوری حکومت کی سربراہی کریں گے۔ صدراتی بیان میں کہا گیا، "محمد یونس کی سربراہی میں عبوری حکومت تشکیل دینے کا فیصلہ صدر محمد شہاب

الدین، سینئر فوجی افسران، اور "طلباء کے خلاف امتیازی گروپ (Students Against " Discrimination group کے رہنماؤں کے درمیان ایک اجلاس میں کیا گیا"۔ بیان میں مزید کہا گیا، "صدر نے لوگوں سے مدد کی اپیل کی تاکہ وہ بحران پر قابو پا سکیں۔ عبوری حکومت کی فوری تشکیل بحران پر قابو پانے کے لیے ضروری تھی"۔(اے ایف پی 7 اگست 2024)۔اس کے بعد، محمد یونس، جو کہ اس وقت یورپ میں موجود تھے اور 84 سال کے ہیں، نے اعلان کیا کہ وہ عبوری حکومت کی صدارت سنبھالنے کے لیے تیار ہیں۔اس طرح برطانیہ نے اپنے آپ کو تباہی سے بچانے اور اپنا اثر ورسوخ برقرار رکھنے کے لیے کام کیا، جب ان کی ایجنٹ حکمران نے مظاہروں کے دباؤ کے تحت فوجی ہیلی کاپٹر پر بھارت کی طرف فرار اختیار کی۔ تو اس نے حکومت اور پارلیمنٹ کو تحلیل کرنے کا اعلان کیا، تاکہ آرمی چیف کنٹرول سنبھال لیں، اور محمد یونس جیسے عمر رسیدہ امریکی ایجنٹ کو اگلے پارلیمانی انتخابات تک، اور ایک نئ منتخب حکومت کی تشکیل تک عبوری حکومت کا سربراہ مقرر کیا جائے گا۔اس طرح، برطانیہ نے حسینہ کو ملک سے نکال کر مظاہرین کو خاموش کرنے کی کوشش کی، اور امریکہ کو خوش کرنے کے لیے محمد یونس کو مقرر کیا، جو امریکہ کے وفادار ہیں، کیونکہ سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے انہیں نوبل انعام کا حقدار قرار دیتے ہوئے ان کی تعریف کی تھی۔ رپورٹ میں کہا گیا تھا، "پروفیسر محمد یونس نے 2006 میں نوبل امن انعام جیتا، کیونکہ انہوں نے گرامین بینک کی بنیاد رکھی تھی...اسی طرح امریکی صدر بل کلنٹن نے محمد یونس کو نوبل انعام دینے کی حمایت بھی کی تھی۔2002 میں ایک تقریر کے دوران، صدر کلنٹن نے یونس کو ایسے شخص کے طور پر بیان کیا جس کو بہت پہلے نوبل انعام جیت جانا چاہیے تھا"(الجمہوریہ، منگل 6 اگست 2024)۔ حالانکہ حسینہ، یونس کے خلاف لڑ رہی تھی، جس پر ایک بنگلادیشی عدالت نے 1 جنوری 2024 کو دارالحکومت ڈھاکہ میں مزدور قوانین کی خلاف ورزی کے الزام میں اسے چھ ماہ قید کی سزا سنائی تھی۔ رپورٹ میں کہا گیا تھا، "نوبل امن انعام یافتہ محمد یونس کو بنگلادیش میں مزدور قوانین کی خلاف ورزی پر سزا سنائی گئی ہے، جیسا کہ پبلک پراسیکیوٹر خورشید عالم خان نے پیر کو اے ایف پی، ایجنسی فرانس پریس کو بتایا، اس کیس کے بارے میں ان کے حامیوں کا کہنا ہے کہ یہ سیاسی انتقام ہے"۔عالم خان نے ایجنسی فرانس پریس کو بتایا کہ یونس اور ان کے ساتھیوں کو مزدور قوانین کی خلاف ورزی پر سزا سنائی گئی تھی اور انہیں چھ ماہ قید کی سزا دی گئی تھی، تاہم انہوں نے مزید کہا کہ انہیں اپیل تک ضمانت پر رہا کر دیا گیا تھا۔ جبکہ 160 بین الاقوامی شخصیات، جن میں سابق

امریکی صدر اوباما اور سابق اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون شامل ہیں، نے ایک مشترکہ کھلا خط شائع کیا، جس میں یونس کے خلاف جاری عدالتی ہراسانی کی مذمت کی گئی اور ان کی سلامتی اور آزادی کے حوالے سے تشویش کا اظہار کیا گیا تھا"۔(الشرق الاوسط، 1 جنوری 2024) اس طرح، محمد یونس کو امریکہ کی منظوری حاصل تھی، اور مکار برطانیہ نے حسینہ کو ہٹا کر مظاہروں کو ٹھنڈا کر دیا... ایک پرانے وفادار کو مقرر کر کے امریکہ کو مطمئن کر دیا گیا۔ اور اس طرح برطانیہ حسینہ کے فرار ہونے سے پہلے کی طرح بنگلہ دیش پر فوجی سربراہ کے ذریعے کنٹرول برقرار رکھنے میں کامیاب رہا!

10- بنگلہ دیش میں جاری عالمی کشمکش کے تناظر میں، وہ ایجنٹ جو کسی نہ کسی طور پر استعماری قوتوں کا ساتھ دیتے ہیں اور کفار استعمار کاروں کے مفادات کی ترویج کرتے ہیں، دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں ناکام رہیں گے۔ دنیا میں ان کی بدکاریوں کی وجہ سے رسوائی ان کا ساتھ نہیں چھوڑے گی اور آخرت میں مجرموں کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ**﴾ **"جو لوگ جرم کرتے ہیں ان کو اللہ کے ہاں ذلّت اور عذابِ شدید ہو گا اس لیے کہ مکاریاں کرتے تھے"** [سورۃ الأنعام-124]۔ اگر وہ عقلمند ہوتے تو خاص طور پر اسلامی ممالک میں اپنے جیسے ایجنٹوں کے انجام سے سیکھتے۔ وہ یا تو قید کیے جائیں گے، قتل کیے جائیں گے، یا ذلت کے ساتھ ملک سے بھاگ جائیں گے! وہ اپنے پیش رؤں سے سبق نہیں سیکھتے، بلکہ اندھے پن کے ساتھ اپنی غلطیوں پر ڈٹے رہتے ہیں! وہ اپنے رب کی طرف کیوں نہیں لوٹتے، اس کے دین کو کیوں نہیں مضبوطی سے تھامتے، اور ان لوگوں کی مدد کیوں نہیں کرتے جو اس دین کو قائم کرنے کے لیے کام کر رہے ہیں، جو کہ نبوت کے نقش قدم پر خلافت راشدہ کی صورت میں قائم ہو گی، جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی عظیم حدیث میں بشارت دی ہے جو امام احمد اور الطیالسي نے روایت کی ہے، «**ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ**» **"پھر نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی"**؟ یہ لوگ اپنے رب کی طرف کیوں نہیں لوٹتے، اگر ان کے پاس عقل ہوتی؟!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾

"جو شخص دل(آگہی) رکھتا ہے یا دل سے متوجہ ہو کر سنتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے"

[سورۃ ق-37]۔

11 صفرالخیر 1446ھ

بمطابق 2024/08/16

فہرست

سوال کا جواب: پیٹروڈالر معاہدے کی حقیقت

(عربی سے ترجمہ)

سوال:

الحرہ ویب سائٹ نے 18 جون، 2024ء کو شائع کیا: (حال ہی میں، نیوز سائٹس نے 1974 میں سعودی-امریکی معاہدے کے بارے میں بڑے پیمانے پر رپورٹس نشر کی ہیں، جس کے تحت سعودی عرب اپنے تیل کی تمام تر فروخت ڈالر میں کرے گا۔ان اطلاعات کے مطابق اس 50 سالہ معاہدہ کی میعاد اب ختم ہو چکی ہے۔ لیکن لیڈر انسائٹ (Leader Insight) ویب سائٹ نے ان رپورٹس کی تردید کرتے ہوئے زور دیا کہ "ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا")۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر یہ معاہدہ تھا تو اس کی حقیقت اور ڈالر کی بالادستی کو برقرار رکھنے میں تیل کے کردار کی وضاحت فرمادیں اور کیا BRICS بلاک مستقبل میں ڈالر کی بالادستی کو متاثر کرے گا؟

جواب:

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات کو واضح کرنے کے لئے، ہم مندرجہ ذیل امور کا جائزہ لیتے ہیں:

اول: تیل کو محض ڈالرز میں فروخت کرنے کے سعودی امریکی معاہدے کے اختتام کے بارے میں خبروں کی سوشل میڈیا سائٹس پر بھرمار ہے لیکن دونوں ممالک نے کسی سرکاری بیان میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کی، گویا انہوں نے جان بوجھ کر اسے مبہم چھوڑ دیا ہو! جہاں تک مین اسٹریم میڈیا کا تعلق ہے تو اس نے پہلے تو اسے نشر کرنے سے گریز کیا، مگر جب لوگوں کی بڑی تعداد نے سوشل میڈیا پر اس کے بارے میں بات کرنی شروع کر دی تو مین اسٹریم میڈیا کو اپنی خاموشی توڑنی پڑی۔ مثال کے طور پر، روسی آر ٹی ویب سائٹ نے 15 جون، 2024ء کو شائع کیا

(اولگا سموفالووا (Olga Samofalova) نے ایک اخبار، وزگلیاد (Vzglyad) میں لکھا: "سعودی عرب اور امریکہ کے مابین پیٹرو ڈالر معاہدہ، جس پر 1974 میں دستخط کیے گئے تھے، ختم ہو گیا ہے۔ یہ سعودی عرب کو نہ صرف امریکی ڈالر میں بلکہ دیگر کرنسیوں میں بھی اپنا تیل اور دیگر مصنوعات فروخت کرنے کی اجازت دیتا ہے، جیسا کہ میڈیا اس کی تصدیق کر رہا ہے)۔ یہ روسی ذرائع ابلاغ کی جانب سے اس معاہدے کی موجودگی کے بارے میں ایک غیر سرکاری تصدیق ہے۔

دوئم: تاہم امریکی ذرائع ابلاغ اس معاملے کی تردید کر رہے ہیں:

1- 18 جون، 2024ء الحرۃ ویب سائٹ پر ایک سوال میں کچھ یوں بیان کیا گیا: (۔۔۔ ان رپورٹس کے مطابق 50 سال تک جاری رہنے والا یہ معاہدہ اب ختم ہو چکا ہے جس سے امریکی کرنسی کی بالادستی کے خاتمے کا اشارہ ملتا ہے۔ لیکن لیڈر انسائٹ ویب سائٹ نے پیر کے روز ان خبروں کی تردید کرتے ہوئے بیان کیا: "ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہے")۔

2- 17 جون، 2024ء مارننگ اسٹار نیوز پیپر نے امریکہ اور سعودی عرب کے درمیان طویل مدتی پیٹرو ڈالر معاہدے کے خاتمے کے بارے میں سوشل میڈیا سائٹس پر پھیلی ہوئی خبروں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا، "ایسا معاہدہ کبھی ہوا ہی نہیں تھا"۔

یو بی ایس گلوبل ویلتھ مینجمنٹ (UBS Global Wealth Management) کے چیف اکانومسٹ پال ڈونووان (Paul Donovan) نے جمعہ کے روز ایک بلاگ پوسٹ میں بیان کیا کہ [جعلی "پیٹرو ڈالر ڈیل" کی کہانی حیرت انگیز طور پر پھیل گئی ہے، جو کہ "تصدیقی تعصب (confirmation Bias)" کے خطرات کے بارے میں ہمیں ایک اہم سبق فراہم کرتی ہے۔ (مارننگ اسٹار، 17/6/2024)

سوم: تاہم، کسی بھی فریق نے سرکاری طور پر حالیہ مضامین پر تبصرہ نہیں کیا کہ امریکہ اور سعودی عرب کے درمیان 1974 میں طے پانے والا پیٹروڈالر معاہدہ 09 جون، 2024ء کو ختم ہو چکا ہے۔ کسی بھی فریق نے باضابطہ طور پر اس کی تردید یا تصدیق نہیں کی ہے، بلکہ تبصرے میڈیا ذرائع یا اسی طرح کے کچھ اور ذرائع کر رہے ہیں! جیسا کہ ہم نے اوپر واضح کیا ہے، مزید بھی شواہد موجود ہیں جن سے یہ امکان ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ اور سعودی عرب کے درمیان کوئی معاہدہ موجود تھا، یہ شواہد مندرجہ ذیل ہیں:

1- 1978 میں امریکی کنٹرولر جنرل (Comptroller General) کی "امریکی سعودی کمیٹی برائے اقتصادی تعاون" کے عنوان سے جاری کردہ رپورٹ میں یہ کہا گیا تھا: (کنٹرولر جنرل نے جون 1974 میں قائم ہونے والی سعودی-امریکی اقتصادی تعاون کمیٹی کے کام کو مضبوط بنانے اور ریاض میں امریکی محکمہ خزانہ کے لئے "پیٹرو ڈالر" کو ری سائیکل کرنے کے لئے دفتر کھولنے کی سفارش کی ہے)۔ رپورٹ اپنے تعارف میں اس مشترکہ کمیٹی کے قیام کی تصدیق کرتی ہے۔

2- جب پال ڈونووان (Paul Donovan) نے اپنے بلاگ پوسٹ میں کہا کہ "یہ واضح ہے کہ آج جو "پیٹروڈالر معاہدے" کی کہانی گردش کر رہی ہے وہ بے بنیاد ہے"، اس نے مزید کہا، "شاید پیٹروڈالر معاہدے کے قریب ترین چیز امریکہ اور سعودی عرب کے درمیان وہ خفیہ معاہدہ ہے جو 1974 کے آخر میں طے پایا تھا، جس میں سعودی عرب کی جانب سے امریکی خزانے میں تیل کی فروخت سے حاصل ہونے والی اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کے بدلے میں امریکہ کی طرف سے امداد اور فوجی سازوسامان کی فراہمی کا وعدہ کیا گیا تھا" (مارننگ اسٹار، 17 جون، 2024)

3- جب مارننگ اسٹار اخبار نے 17 جون، 2024ء کو یہ خبر شائع کی کہ امریکہ اور سعودی عرب کے درمیان پیٹروڈالر کا معاہدہ کبھی موجود ہی نہیں تھا تو خبر میں مزید یہ بھی بیان کیا کہ، "امریکن اکاؤنٹنگ آفس کی شائع کردہ ایک

رپورٹ کی بنیاد پر یہ معاملہ ایک مشترکہ امریکی سعودی کمیٹی سے متعلق ہے جو دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون کو فروغ دینے کے لئے قائم کی گئی تھی اور اس کے قیام کا فیصلہ 08 جون، 1974ء کو امریکی وزیر خارجہ کسنجر (Kissinger) اور سعودی ولی عہد فہد بن عبدالعزیز کے درمیان ہوا تھا"۔

20 اکتوبر، 2020ء کو کویتی اخبار القبس نے اپنے "نیوز آرکائیو (News Archive)" سے ایک خبر شائع کی جو 7 جون 1974 کے شمارے میں شائع کی گئی تھی، جس میں درج ذیل خبر تھی: (صدر نکسن (Nixon) نے آج سعودی عرب کے شہزادے فہد بن عبدالعزیز، دوئم نائب وزیر اعظم اور وزیر داخلہ کے ساتھ مشرق وسطیٰ میں دیرپا امن کے حصول کے لئے مصر اور شام کے "اسرائیل" کے محاذوں پر علیٰحدہ علیٰحدہ فوج کی تعیناتی کے معاہدوں کے تناظر میں تبادلہ خیال کیا۔ انہوں نے سعودی عرب اور امریکہ کے مابین اقتصادی، صنعتی اور دفاعی تعاون کو وسعت دینے کے طریقوں پر بھی تبادلہ خیال کیا۔ ان کی یہ بات چیت وائٹ ہاؤس میں صدر نکسن کے دفتر میں ہوئی جس سے قبل امریکی صدر نے وائٹ ہاؤس میں اپنے مہمان کے اعزاز میں ظہرانے کا اہتمام کیا جو گزشتہ روز تین روزہ دورے پر یہاں پہنچے تھے۔ خبر میں بیان کیا گیا کہ شہزادہ فہد امریکہ کو تیل کی فراہمی میں سعودی تعاون جاری رکھنے کے بدلے میں اپنے ملک کے لئے امریکی فوجی امداد میں اضافہ چاہتے ہیں۔

5- businesstimes.com.sg نے 18 جون، 2024 کو خبر دی: [8 جون، 1974ء کو امریکی اخبار نیویارک ٹائمز نے صفحہ اول پر رپورٹ کیا: (وزیر خارجہ کسنجر اور سعودی عرب کے دوئم نائب وزیر اعظم اور شاہ فیصل کے سوتیلے بھائی شہزادہ فہد ابن عبدالعزیز نے آج صبح وائٹ ہاؤس سے کچھ ہی دور بلیئر ہاؤس (Blair House) میں چھ صفحات پر مشتمل معاہدے پر دستخط کیے۔)

چوتھا: مندرجہ بالا تیسرے نکتے پر گہری نظر ڈالیں، خاص طور پر امریکی صدر نکسن کا فہد بن عبدالعزیز کا استقبال، اس دورے کی بڑی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ 8 جون، 1974 کو اقتصادی تعاون کے

لیے امریکی سعودی کمیٹی کا قیام، جس کا حوالہ سرکاری ذرائع نے دیا ہے، بشمول امریکن کنٹرولر جنرل کی رپورٹ، اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ایسے معاہدے ہوئے تھے جو ایسے طے پائے جیسے یہ کمیٹی ان پر عمل درآمد کی ذمہ دار ہو، اور یہ سب امریکہ اور سعودی عرب کے درمیان ایک معاہدے کی موجودگی کی تصدیق کرتا ہے، چاہے وہ لکھا گیا ہو مگر خفیہ رکھا گیا ہو یا غیر تحریری سمجھوتہ ہو۔ ایک چھوٹی ایجنٹ ریاست اور سب سے طاقتور ریاست، امریکہ کے درمیان اس طرح کے سمجھوتے میں ایجنٹ ریاست مکمل طور پر اس کی پابند ہوتی ہے، وہ اس سے انحراف نہیں کرتے چاہے وہ غیر تحریری ہی کیوں نہ ہو۔

مندرجہ بالا تمام حقائق اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ اس معاہدے یا پیٹروڈالر کے وجود کی حقیقت ہے، اگرچہ یہ خفیہ ہے اور سرکاری حلقوں کی طرف سے تسلیم نہیں کیا جاتا ہے، لیکن وہ اس سے انکار بھی نہیں کرتے ہیں۔

پانچواں: جو چیز اس بات کی تصدیق کرتی ہے یا تجویز کرتی ہے وہ ڈالر کو دنیا کی بین الاقوامی کرنسی بنانے میں امریکہ کی دلچسپی ہے:

1- 1944 میں بریٹن ووڈز معاہدے (Bretton Woods Agreement) کے بعد سے، جس میں سونے کے ایک اونس کی قیمت 35 ڈالر مقرر کی گئی تھی، ڈالر عالمی مالیاتی نظام میں بلند ترین سطح پر پہنچ گیا۔ لیکن امریکہ کے نوآبادیاتی منصوبوں، خاص طور پر ویتنام کی جنگ، اور جنگ پر بے تحاشا اخراجات کی وجہ سے، امریکہ نے سونے کے تبادلہ میں زیادہ ڈالر چھاپے۔ 1960 کے اواخر تک، مالیاتی گردش میں ڈالر کی تعداد میں اضافہ ہوا تھا، اور دنیا میں سونے کے مقابلے میں زیادہ ڈالرز تھے۔ جس کی وجہ سے دوسرے ممالک اپنے ڈالرز کے بدلے میں سونے کا مطالبہ کرنے لگے اور اس وجہ سے امریکہ کی سونے کی فراہمی میں کمی واقع ہوئی۔ دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر امریکی سونے کے ذخائر 574 ملین اونس سے کم ہو کر 1971ء میں تقریباً 261 ملین اونس ہو گئے۔ اس وقت کے امریکی صدر رچرڈ نکسن (Richard Nixon) نے 15 اگست، 1971ء کو سونے کے معیار کو ختم کر دیا، اس طرح ڈالر کو سونے سے مکمل طور پر الگ کر دیا گیا، جسے 'نکسن شاک 'Nixon Shock' کے نام سے جانا جاتا تھا۔

2۔تاہم ڈالراور سونے کے درمیان اس جدائی نے امریکہ کے لیے ایک سیاسی اور مالی مسئلہ پیدا کردیا جو یہ تھا کہ دنیا کے ممالک کے پاس اب ڈالر حاصل کرنے کا کوئی محرک نہیں رہا تھا اور اس صورتِ حال نے امریکہ کو ایسے نئے ذرائع تلاش کرنے پر مجبور کردیا جن کی بنا پر دوسرے ممالک کو ڈالر کی طلب پر مجبور کیا جاسکے، اور ڈالر کی عالمی حیثیت کو برقرار رکھا جاسکے۔ امریکہ کو اس کا جواز دنیا کی توانائی کی فوری ضرورت کی صورت میں مل گیا اور چونکہ تیل توانائی کا اہم ذریعہ ہے، جس میں سعودی عرب اس وقت سب سے بڑا پروڈیوسر تھا۔

3۔ نکسن انتظامیہ نے 1972 سے 1974 تک سعودی عرب کے ساتھ بات چیت کے ذریعے پیٹروڈالر کے قیام اور پھر اس معاہدے کے ذریعے اس کام کو پائے انجام تک پہنچایا، جس میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ امریکہ سعودی حکومت کو سکیورٹی کی گارنٹی دے گا، اور اس کے بدلے سعودی عرب، جو دنیا میں تیل پیدا کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے، جس کے پاس دنیا میں تیل کی آمدنی کے سب سے بڑے ذخائر ہیں، اپنے تیل کو ڈالرز میں فروخت کرے گا اور سعودی عرب نے اپنے تیل سے حاصل ہونے والے اربوں ڈالرز کو امریکی ٹریژری بانڈز میں ری سائیکل کرنے پر بھی آمادگی ظاہر کی۔

4-اس معاہدے سے قبل سعودی عرب تیل کے بدلے برطانوی پاؤنڈ میں لین دین کرتا تھا جس کی وجہ اس وقت کے سعودی ایجنٹ حکمرانوں پر برطانوی اثر و رسوخ تھا۔ 8 جون 1974 کو جب وزیر خارجہ کسنجر (Kissinger)اور شہزادہ فہد بن عبدالعزیز کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا تو یہ معاہدہ تیل کے بدلے سٹرلنگ کے بجائے ڈالرز میں لین دین کا پیش خیمہ بنا۔

اس کے بعد شہزادہ فہد نے شہرت حاصل کی اور اپنے بھائی شاہ خالد کے دور حکومت میں 1975 میں ولی عہد بنا۔ شاہ خالد کے دور حکومت میں اس کے پاس بیشتر حکومتی اختیارات تھے اور وہ شاہ خالد کی وفات تک ان اختیارات کا مالک رہا اور 13 جون 1982 کو وہ بادشاہ بن گیا۔ وہ امریکہ کے ساتھ اپنی وفاداری کی وجہ سے جانا جاتا تھا۔

پس 1975 کے آغاز سے سعودی عرب کے تیل کی فروخت محض ڈالرز میں محدود ہو گئی، جیسا کہ ذرائع بتاتے ہیں کہ 1974 کے بعد سعودی عرب تیل کی فروخت محض امریکی ڈالرز میں کرنے لگا، اور اس میں تیل پیدا کرنے والے اوپیک ممالک بھی شامل تھے۔ اور اس طرح ہر تیل کے ضرورت مند ملک کے لیے یہ لازم ہو گیا کہ اس کے پاس کافی مقدار میں ڈالرز موجود ہوں، جو تیل کے لین دین میں استعمال ہونے والی واحد کرنسی تھی، جس کا مطلب ہے کہ ان ممالک کو ڈالرز میں قرض لینا پڑے گا یا مالیاتی منڈیوں سے ڈالرز خریدنے ہوں گے، یا کسی بھی اور ذریعہ سے۔ اہم بات یہ ہے کہ امریکہ نے ڈالر کے مسلسل بہاؤ کی ضمانت دی، اور فیڈرل ریزرو بینک نے ڈالر کی مسلسل سپلائی کی ضمانت دی۔۔۔ خاص طور پر چونکہ سعودی ریال ڈالر سے منسلک ہے، لہٰذا سعودی عرب کے لئے معاشی استحکام کو برقرار رکھنے کے لئے امریکی ڈالر کے ساتھ جوڑے رہنے کی رغبت بھی ہے۔ "سعودی وزیر برائے توانائی خالد الفالح نے تصدیق کی ہے کہ امریکی ڈالر ان کے ملک کے خام تیل کی بیرون ملک فروخت اور تجارت کے لئے منظور شدہ کرنسی رہے گا۔۔۔" (انادولو 09 اپریل، 2019ء)

چھٹا: جہاں تک یہ سوال ہے کہ آیا سعودی عرب کی برکس بلاک (BRICS bloc) میں شمولیت، جس کی قیادت امریکہ کے دو حریف چین اور روس کر رہے ہیں، سعودی عرب کی جانب سے اپنے تیل کی قیمت کو محض ڈالرز میں لینے کی پالیسی پر اثر انداز ہو گی، تو یہ مسئلہ دیگر عوامل سے متاثر ہوتا ہے۔ اس کو واضح کرنے کے لیے، ہم درج ذیل کا جائزہ لیتے ہیں۔

1- برکس کی اصطلاح برازیل، روس، بھارت، چین اور جنوبی افریقہ کی معیشتوں سے منسوب ہے۔ برازیل، روس، بھارت اور چین نے 2006 میں بی آر آئی سی (BRIC) گروپ تشکیل دیا تھا تاکہ ترقی پذیر ممالک کو بین الاقوامی معاملات میں زیادہ سے زیادہ کردار دیا جاسکے۔ 2011 میں جنوبی افریقہ کی شمولیت سے اس گروپ کا نام بدل کر برکس (BRICS) کر دیا گیا۔ جنوبی افریقہ کے دارالحکومت جوہانسبرگ (Johannesburg) میں 24 اگست 2023 کو اختتام پذیر ہونے والے جی-15 (G-15) سربراہی اجلاس میں مصر، امارات، ایران، ایتھوپیا اور ارجنٹائن کے ساتھ سعودی عرب کو برکس میں شامل کرنے کا اعلان کیا گیا کہ یہ ممالک 2024 کے آغاز میں برکس کا حصہ بن جائیں گے۔ اس سربراہی اجلاس کا ایک مقصد ڈالر کے غلبے سے چھٹکارا حاصل کرنے اور برکس کے اراکین کے لیے ایک نئی کرنسی کے اجرا کی کوشش کرنا تھا، لیکن یہ ممالک اس پر متفق نہ ہوئے۔ اجلاس میں اس بات کی بھی حوصلہ افزائی کرنے کی کوشش کی گئی کہ ممبر ممالک اپنی مقامی کرنسیوں میں لین دین کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے تیل برآمد کرنے والے سب سے بڑے ملک سعودی عرب کو اس گروپ میں مدعو کیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ 2 جنوری 2024 کو سعودی ٹیلی ویژن کی جانب سے سعودی عرب کے برکس میں شمولیت کے باضابطہ اعلان کے باوجود سعودی وزیر تجارت ماجد القصبی نے سوئٹزرلینڈ (Switzerland) کے شہر ڈیووس (Davos) میں ورلڈ اکنامک فورم (World Economic Forum) کے موقع پر ایک پینل مباحثے میں کہا تھا: "سعودی عرب کو برکس میں شمولیت کا دعوت نامہ ملا تھا، لیکن ہم ابھی تک اس میں باضابطہ طور پر شامل نہیں ہوئے ہیں" (اسکائی نیوز عربی 16/1/2024)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سعودی عرب برکس میں شمولیت کے لیے امریکہ کی منظوری کا انتظار کر رہا تھا تاکہ اس کی شمولیت امریکہ کے لئے مفید ثابت ہو سکے۔

2- برکس گروپ میں سعودی عرب جیسے امریکہ سے وابستہ ممالک کا داخلہ اس گروپ کو کمزور بنا دیتا ہے اور برکس کے لیے ایک الگ کرنسی کے خلاف جنوبی افریقہ کی مخالفت بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ روس اور چین کے علاوہ برکس گروپ میں کوئی آزاد ملک شامل نہیں ہے کیونکہ باقی ممالک مغرب بالخصوص امریکہ کے ایجنٹ ہیں۔ لیکن روس اور چین ایسا ظاہر کرنا چاہتے ہیں جیسے وہ مغرب کا مقابلہ کرنے اور ایک مخالف محاذ بنانے کی اہلیت رکھتے ہیں، اور وہ

ہمیشہ ایک ملٹی پولر (Multipolar) دنیا کی بات کرتے ہیں۔ جب امریکہ سعودی عرب اور اپنے دیگر ایجنٹوں کو برکس میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہے تو وہ ایسا برکس کو اندرونی طور پر کمزور کرنے کے لئے کرتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے اس نے 2004 میں خود سے وابستہ مشرقی یورپ (Eastern Europe) کے ممالک کو یورپی یونین (Europian Union) میں داخل ہونے کی ترغیب دی تھی تاکہ ان ممالک کے ذریعے یورپی یونین (Europian Union) پر اثرانداز ہوسکے۔ پولینڈ کے یونین میں داخلے کے ذریعے امریکہ، یونین کی اپنی سیاسی طاقت کو مضبوط بنانے اور یونین کو نیم وفاقی ریاست کی شکل دینے کے لئے آئین کے مسودہ کی تیاری کی کوشش میں رکاوٹ ڈالنے میں کامیاب رہا، تاکہ یہ ایک کمزور اور نازک یونین ہی رہے جو ٹوٹ پھوٹ اور زوال کا شکار رہے۔ ایسا اس وقت بھی ہوا جب امریکہ نے روس کی تیل کی پیداوار کو کنڑول کرنے کے لئے سعودی عرب، جو اوپیک کا سب سے بڑا پروڈیوسر ہے اور اس پر گہرا اثرورسوخ رکھتا ہے، کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ کوئی بھی حربہ استعمال کرکے روس اور اوپیک کے درمیان ایسا اتحاد بنائے جس کے ذریعے روس کی تیل کی پیداوار کو اوپیک کی قابل قبول حدود کے اندر لایا جاسکے۔

3-اور پیوٹن (Putin) جس کا ملک گروپ کا بانی رکن ہے، اور جو گروپ کے لیے ایک الگ کرنسی کے اجرا کے لئے بہت پرجوش بھی ہے، رکن ممالک کی سیاسی حقیقت کے سامنے ہتھیار ڈال چکا ہے اور کہا ہے: "برکس کی توسیع جاری رکھنے سے بین الاقوامی سطح پر بلاک کا کردار فعال ہوسکے گا، اور ایک متحدہ کرنسی کو اپنانے کا مسئلہ اب بھی پیچیدہ ہے اور اس پر مزید بحث کی ضرورت ہے۔ (الجزیرہ، 24/8/2023) الجزیرہ نے اس سے پہلے 23/8/2023 کو شائع کیا تھا: (برکس گروپ کی متحدہ کرنسی کا مسئلہ پانچ ارکان کے درمیان اتفاق رائے کی کمی اور ان کے درمیان اختلافات کی وجہ سے سربراہی اجلاس کے دوران باضابطہ طور پر نہیں اٹھایا گیا۔۔۔ پیوٹن نے ویڈیو تقریر میں گروپ کو مقامی کرنسیوں میں لین دین کو وسعت دینے کی گزارش کی۔۔۔) اس طرح روس ڈالر کے متبادل کرنسی کی تلاش میں کامیاب نہیں ہوا، جو وہ برکس کے ذریعے حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ساتواں: جب تک کاغذی کرنسی موجود ہے، جس کی کوئی حقیقی قدر (Intrinsic Value) نہیں ہے، تب تک معاشی مسائل، معاشی قیاس آرائیاں، سیاسی تنازعات اور یہاں تک کہ نوآبادیاتی غلبہ بھی موجود رہے گا۔ اسلام نے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحی کے ذریعے، سونے اور چاندی کو پیسے کی بنیاد قرار دیا ہے، یعنی ایک ایسی چیز جو ایک حقیقی قدر کی حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سونے اور چاندی کو کرنسی قرار دیا اور محض ان دونوں کو ہی زر کا معیار بنایا جس کے مطابق اشیاء اور سروسز کو جانچا جاتا ہے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن استعمار نے معاشی استعماریت اور مالیاتی استعماریت کو استعمال کرتے ہوئے کرنسی کو استعماریت کے ذریعہ کے طور پر استعمال کیا، لہٰذا انہوں نے کرنسی کو دوسرے نظاموں میں تبدیل کر دیا جو سونے یا چاندی پر مبنی نہیں تھے، اور اس طرح ان مسائل کو جنم دیا۔ یہ مسائل اس وقت تک حل نہیں ہو سکتے جب تک کہ اسلامی ریاست قائم نہ ہو جائے اور سونے اور چاندی کو واپس زر کی بنیاد نہ بنا دیا جائے، چاہے سونا اور چاندی بذاتِ خود گردش میں ہو، یا سونے اور چاندی کی جگہ کاغذی کرنسی گردش میں ہو جس کا کسی بھی وقت سونے اور چاندی سے تبادلہ کیا جا سکے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت ہے جسے اس نے اپنے علم سے نازل فرمایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾

"کیا وہ ہی نہ جانے جس نے پیدا کیا ہے جبکہ وہ باریک بین اور سب خبر رکھنے والا ہے؟" (الملک: 14)

1 محرم 1446ھ

بمطابق، 07 جولائی، 2024ء

فہرست

میڈیا پیغام:: پاک فوج میں رینک اور مراعات کے لیے آپس کی لڑائی ختم کی جائے۔ اس کے بجائے، مسلمان فوجی افسران کو خلافت راشدہ کے قیام کے لیے نصرہ دینی چاہیے

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

پاکستان کے موجودہ آرمی چیف کی مخالفت کرنے والے افسروں کو ایک طرف کرنے اور انہیں نکالنے کی خبروں کے درمیان حزب التحریر کا ذکر آیا۔ اردو کے ممتاز اخبار "روزنامہ جنگ" نے 13 اگست 2024 کو فوج کے شہر راولپنڈی کے لیے اپنے ایڈیشن میں رپورٹ کیا کہ، "(2011) بریگیڈیئر علی خان کو شدت پسند تنظیم حزب التحریر "سے روابط رکھنے کی وجہ سے کورٹ مارشل کیا گیا تھا۔ اُن پر پاکستانی فوج کے اندر بغاوت پھیلانے کا بھی الزام تھا۔

حزب التحریر اس بات پر زور دیتی ہے کہ موجودہ نظام میں اقتدار کے حصول کے لیے ہونے والی لڑائی مسلمانوں کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ آپس کی یہ کشمکش کوئی حقیقی تبدیلی نہیں لاتی۔ درحقیقت یہ نقصان کا باعث بنتی ہے۔ حالیہ برسوں میں پاکستان فوج، جو مسلم دنیا کی سب سے طاقتور فوج ہے، اپنی اعلیٰ ترین سطح پر لڑائی جھگڑوں کا شکار رہی ہے۔ تاہم، جو بھی دھڑا بالآخر کامیاب ہوتا ہے، اصل فاتح پھر بھی امریکہ ہی ہوتا ہے جو موجودہ نظام کا مالک ہے۔ یہ امریکہ ہے جو پاکستان کے اندر تمام اہم پالیسیوں، بشمول معیشت اور فوج سے متعلق، کا تعین کرتا ہے۔ یہ امریکہ ہی ہے جو فوج کی قیادت میں اپنے ایجنٹوں سے کرپٹ نظام کے محافظ اور ضامن کے طور پر کام لیتا ہے۔

پاکستان نے اپنی تاریخ میں متعدد بار کاسمیٹک تبدیلیاں دیکھی ہیں۔ چہرے بدل جاتے ہیں لیکن تباہ کن استعمار باقی رہتا ہے۔ استعمار کے ایک ایجنٹ کی جگہ اس کا دوسرا ایجنٹ لے لیتا ہے۔ اس طرح پاکستان مسلم دنیا کی دیگر ریاستوں کی طرح ہے، جہاں چہروں میں تبدیلیوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ بنیادی نظام قائم رہے جو کہ

استعمار کی مفادات کی نگہبانی کرتا ہے۔ عرب بہار، اور اسی طرح بنگلہ دیش میں حالیہ تبدیلی بھی اس افسوسناک حقیقت کی ایک اور مثال ہے جبکہ مسلمانوں نے بے شمار قربانیاں دیں اور بہادرانہ کردار کا مظاہرہ کیا۔

حقیقتاً پاکستان میں سیاسی اور عسکری قیادتیں اور ان کے تمام دھڑے عوام کے اختیارات غصب کر رہے ہیں۔ کوئی ایسی قیادت نہیں ہے جو اللہ کے نازل کردہ تمام احکام کے مطابق حکومت کرے۔ کوئی بھی حاکم شرعی بیعت کے ذریعے اپنے منصب تک نہیں پہنچا کہ جس سے اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان راضی ہوں۔ کوئی بھی حاکم اپنے منصب تک اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مؤمنین سے وفاداری کے نتیجے میں نہیں پہنچا۔ کوئی نگہبان ایسا نہیں ہے جو اسلام کے نور سے رہنمائی لیتا ہو، شرعی احکام کی پابندی کرتا ہو، خواہ اقتدار کے لیے مقابلہ کرنے والے اِن گروہوں میں قرآن کا حافظ ہی کیوں نہ موجود ہو۔ سیاسی مؤقف اور فوجی فیصلے صرف ذاتی مفادات کے لیے کئے جاتے ہیں۔ ایک بھی دھڑا عوام کی مرضی اور ان کے آزادانہ اور منصفانہ انتخاب کے ذریعے نہیں آیا۔

فوجی اور سیاسی قیادتیں اور ان کے تمام دھڑے اپنے وجود و اقتدار کے لئے مغربی استعماری طاقتوں پر انحصار کرتے ہیں۔ بدلے میں مغربی حکومتیں عوام کو لوٹنے اور ملک کو کمزور کرنے کے لیے ان موقع پرستوں کو بھرپور موقع فراہم کرتی ہیں۔ پھر یہ قیادتیں اس گھناؤنے مشن کو انجام دینے کے لئے عہدوں اور مادی مفادات کے لیے ایسے لڑتے ہیں جس طرح جنگل کے درندے شکار پر اپنا حق جتانے کے لیے لڑتے ہیں۔ اگر کسی بھی دھڑے میں اسلام کے لیے کوئی اخلاص یا ملک کی فکر ہوتی تو وہ دھڑا خلافت راشدہ کے دوبارہ قیام کے لئے حزب التحریر اور اس کے حقیقی تبدیلی کے منصوبے کو نصرۃ فراہم کرتا۔

حزب التحریر سنت نبوی ﷺ کے مطابق اہلِ قوت کے ذریعے تبدیلی کی کال دیتی ہے۔ تبدیلی کا مقصد موجودہ ناکام ریاستوں کے اندر عہدوں اور مراعات کا حصول نہیں ہے جو کہ انسانوں کے محدود ذہنوں کے ذریعے بنائے گئے قوانین کے ذریعے حکمرانی کرتی ہیں۔ اسلام میں تبدیلی کا مقصد ایک ایسی ریاست کا قیام ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لیے صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحی کے ذریعے حکمرانی کرتی ہے۔ رسول اللہ

ﷺ نے بذاتِ خود جنگی ساز و سامان سے لیس لوگوں سے ملاقات کی اور ان سے دین کے لیے نصرہ کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے مضبوط، سمجھدار مادی صلاحیت کی تلاش کی اور ان میں اِس کی موجودگی جاننے کے لیے پوچھا، **«فَهَلْ عِنْدَ قَوْمِكَ مِنْ مَنَعَةٍ؟»** **"کیا تمہارے لوگوں میں طاقت ہے؟"** اس طرح آپ ﷺ بہت سے قبائل سے ملے جن میں؛ بنو کلب، بنو حنیفہ، بنو عمرو بن صاعصہ، بنو کندہ اور بنو شیبان شامل ہیں۔ آپ ﷺ صبر کے ساتھ اس طریقہ کار پر قائم رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمادی، یعنی انصار نے نصرہ فراہم کی اور مدینہ کی اسلامی ریاست قائم ہوئی۔

اے افواجِ پاکستان کے افسران! آپ کی قیادت میں امریکہ کے ایجنٹ وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت کی ہے۔ یہ وہی ہیں جو کشمیر اور غزہ کے مسلمانوں کو تنہا چھوڑ کر کھلی غداری کرتے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان جنگیں بھڑکاتے ہیں۔ آپ پھر بھی ان کے احکامات کیسے مانتے ہیں؟ ابن ماجہ اور احمد میں صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«مَنْ أَمَرَكُمْ مِنْهُمْ بِمَعْصِيَةِ اللَّهِ فَلَا تُطِيعُوهُ»** **"تم میں سے جو کوئی تم کو اللہ کی نافرمانی کا حکم دے تو اسے نہ مانو"۔**

انصارؓ کے راستے پر چلیں، وہ جنگجو جنہوں نے اپنی نصرہ (مادی مدد) دی، تاکہ اسلام کی حکومت قائم ہو سکے۔ انہوں نے اپنی جان و مال کی تجارت خوشی سے کی تاکہ وہ جنت میں داخل ہوں۔ یہ انصارؓ ہی تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، **«فَإِنَّا نَأْخُذُهُ عَلَى مُصِيبَةِ الْأَمْوَالِ وَقَتْلِ الْأَشْرَافِ. فَمَا لَنَا بِذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ نَحْنُ وَفَّيْنَا»** **"ہم اپنی جان و مال اور اپنے بزرگوں کے قتل سے متعلق تمام تر آزمائشوں کے باوجود رسول اللہ ﷺ کو (مدینہ) لے جاتے ہیں۔ تو اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نے یہ عہد پورا کیا تو ہمیں اس کے عوض کیا ملے گا؟"**، رسول اللہ ﷺ نے انصارؓ کو سیدھا اور واضح سے جواب دیا **«الْجَنَّةُ»** **"جنت۔"**

یہ انصارؓ تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نصرہ دی تھی جب آپ ﷺ نے فرمایا تھا: **«أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَنْ تَمْنَعُونِي مِمَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ نِسَاءَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ»** **"میں تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم میری**

"حفاظت ایسے کروگے جیسے اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ تو اے محمد بن قاسم کے فرزندو! آپ کس چیز کے منتظر ہیں؟ حزب التحریر کو ابھی اپنی نصرہ فراہم کریں، تاکہ ہم ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ وحی سے حکمرانی کا آغاز کریں۔

فہرست

نُصرة

نصرۃ وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دارومدار ہے کیونکہ نصرۃ کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امت مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت وجہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرۃ کی دلیل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کر کے اِن کی حمایت ونصرت طلب کریں۔

پس آپ ﷺ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس وخزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نصرۃ دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرۃ فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور ایک خلیفہ رَاشد کو قرآن وسنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** "پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہوگا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرمادیں گے جب وہ چاہیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی" (مسند امام احمد)